

انشاء اللہ خاں آصف

کہانی رانی کیتکی اور اودھے بھان کی

ترتیب و تدوین
محمد اکرام چغتائی



PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



کہانی رانی کیتیکی اور اودھے بھان کی

از

انشا اللہ خاں انشا

ترتیب و تدوین

محمد اکرام چغتائی

نگ میل پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[یہ وہ کہانی ہے جس میں ہندی جنت

کسی اور بولی کا نہ میل ہے نہ نہت]

سر جھکا کر تاکہ رگڑا ہوں، اوس اپنے ہانے والے کے سامنے، جس نے ہم سب کو دایا اور بات کی بات
میں وہ سب کر دکھایا، جس کا ہیکہ کسی نے نہ پایا۔

[دو اپنی بولی کا]

آجس ہانیاں جو سائیں ہیں

اوس کے ہی دھیان یہ سب پھائیں ہیں

پہل کاٹھا جو اپنے اوس کھڑی کی بندہ رکھے، تو کھٹائی میں کیوں چڑے؟ اور کڑوا کیوں ہو؟ اوس
پہل کی مصالٰی چھپے، جو جڑوں سے بڑائی انگوٹھ نے پھکی ہے۔

دیکھنے کو آنکھیں دیں اور سننے کو پہ کان دیے۔ تاکہ بھی اونچی سب میں کر دی۔ مورتوں کی جی دان
دیے۔ ملی کے پاس کو اتنی سکت کہاں، جو اپنے کہار کے کرتب بکھڑا سکے۔ کجا ہے، جو بڑا ہوا ہوا اپنے ہانے والے
کو کیا سرا ہے اور کیا کہے؟ ہوں جس کا پی چا ہے، چڑا کجے۔ سر سے لگا پاؤں تک جتنے دو گئے ہیں، جو سب کے سب بول
اٹھیں اور سراہا کریں اور اتنے برسوں اسی دھیان میں رہیں جتنی ساری عمر یوں میں رہت اور پھول پھلیاں کھیت میں
ہیں تو بھی بکھڑا ہو سکے۔ [کراہا کریا]

اس سر جھکانے کے ساتھ ہی دن رات جپتا ہوں اوس داتا کے پہنچے ہوئے چارے کو، جس کے لیے یوں کہا
ہے: "جو تم نہ ہوتا، میں بکھڑا ہوتا۔" اور اوس کا نتیجہ ایمانی، جس کا کیا ہادی کے گھر ہوا اوس کی خدمت مجھے لگی رہی ہے۔
میں پھر لا اپنے آپ میں نہیں سماتا اور جتنے دن کے لڑکے ہائے ہیں انھیں کے یہاں پر چاؤ ہے۔ اور کوئی ہو، کچھ
میرے جی کو نہیں ہوتا۔ مجھے اس گھرانے کے جنت کسی بے بہاگ، اوچک، چور، کھک سے کیا پڑی؟ پیچھے سرے

اور جس شخص کا آسر اور اداوں کے گھرانے کا رکنا ہوں۔ تیسوں گھڑی۔

اولیٰ دال ایک اونگھ بات کا

ایک دن چشمے پٹھے یہ بات اپنے دھیان میں چڑھ آئی، کوئی کہانی ایسے کہے جس میں ہندوئی کی خفیت اور کسی بول سے نہ ملے۔ جب جا کے میراثی بھول کی نگل کے روپ سے کھلے۔ باہر کے بول اور مٹواری کچھ اوس کے بیچ نہ ہو۔ اپنے سننے والوں میں سے ایک کوئی بڑے چڑھے کہے، پرانے دھرانے، بڑے کھاگ، پکٹ، داگ لائے۔ سر ہٹا کر سونہ بنا کر، داگ بھوں چڑھا کر، آکھیں بھرا کر، لگے کہنے۔ ”یہ بات ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ ہندوئی کہن بھی نہ لگے اور بھاکھا پن نہ دکھوں جائے، جیسے مکھلے لوگ اچھوں سے اچھے آپس میں بولتے چالتے ہیں، جوں کا توں وہی ڈال رہے اور چھانڈ گئی کی نہ چڑھے۔ یہ نہیں بولنے کا۔“

میں نے ان کی غلطی سانس کی چٹائیں کا ٹھوکا کھا کر بھنڈا کر رکھا۔

”میں کچھ ایسا انوکھا بولا نہیں، جو رانی کو پرست کر دکھاؤں اور جھوٹ بیچ بول کے انگلیاں بچاؤں اور بے نری، بے لڑکانے کی اونگھی سنگلی باتیں نہاؤں۔ جو مجھ سے نہ ہو سکتا، نہ بھلا یہ بات سونہ سے کیوں نکلا؟ D؟ جس صاحب سے ہو؟ اس کھڑے کو D۔“

اس کہانی کا کہنے والا یہاں آپ کو جتنا ہے اور جیسا کچھ لوگ اس سے پکارتے ہیں کہ سنا ہے۔ دینا ہاتھ سونہ پر بھیر کر آپ کو جتنا ہوں، جو میرے دانتوں نے چاہا تو وہ دانتوں کا ڈورا ڈھاؤ اور کوڑھانہ اور لپٹ اور جھپٹ دکھاؤں جو دیکھتے ہی آپ کے دھیان کا گھوڑا، جو نیکی سے بھی بہت چٹیل، اچھا بھٹ میں ہر نوں کے روپ میں، اپنی چوڑی بھول جائے۔

گھوڑے پر اپنے چڑھ کے آتے ہوں نہیں

کر چڑھ جی، سب دکھاتا ہوں نہیں

اوس چاہنے والے نے جو چاہا، تو ابھی

کھتا جو کچھ ہوں، کر دکھاتا ہوں نہیں

اب آپ کا کان رکھ کے، شکھ ہو کے گھبراہٹ کیجئے، کسی صاحب سے بڑھ چکا ہوں اور اپنے من بھول

کی چوڑی جیسے ہونٹوں سے کسی روپ کے بھول دینگا ہوں۔

کہانی کا دوبارہ اور نئی جہان کی دلچسپی کا شکار

کسی دہس میں کسی رات کے گھر ایک چٹا تھا۔ اسے اس کے ماں باپ اور سب کے گھر کے لوگ کھڑے اور بے بھان کر کے بیکار تھے۔ سچ سچ اس کے جوتوں کی جوت میں سورج کی ایک سوختی آبی تھی۔ اس کا اچھا بھلا اور بھلا لگتا کچھ ایسا نہ تھا جو کسی کے گھسے اور گھسے میں آئے۔ چند دوریں گھر کے سلیڈوں میں پائو رکھا تھا۔ کچھ بچہ نہیں ہی اس کی میس بھٹکتی چلی تھیں۔ آؤ کھڑا اس میں بہت سی ساری تھی۔ کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔ پر کسی بات کی سوچ کا گھر گھسات پالا نہ تھا اور چاؤ کی تری کا پاٹ خون نے دیکھا نہ تھا۔

ایک دن بریلی دیکھنے کو اپنے گھڑے پر چڑھ کے اچھیلی پنے اور لڑک پن کے ساتھ دیکھتا بھلا چلا جاتا تھا۔ اسے میں ایک برنی جو اس کے سامنے آئی تو اس کا پی ٹوٹ پھٹ ہوا۔ اس برنی کے پیچھے سب کو چھوڑ چھاؤ کر گھڑا پیچھا کر کوئی گھڑا اس کو پاس لے گیا تھا؟ جب سورج چھپ گیا اور برنی آنکھوں سے لوجھل ہوئی، جب تو یہ کھارو سے بھان بھوکھا، پیاسا اور اور اس کا پیاسا اور اچھا بھلا لگتا تھا۔ اس کے آس پاس صوفے تھے۔ اسے میں بکھا اس میں دھیان چریس۔ اور ہر حال نکلا تو کیا دیکھتا ہے چالیس چالیس راتوں میں ایک سے ایک جوتوں میں آگئی، بھولا ڈالے ہوئے پڑی جھول رہی ہیں اور ساون کا چاؤں ہیں۔ جوا بھوں نے اس کو دیکھا "تو کون تو کون" کر پٹکھا ڈی پڑ گئی۔ خون سمسوں میں ایک کے ساتھ اس کی آنکھوں لگی۔

۱۱۱

کوئی کہتی تھی یہ ایک ہے
کوئی تھی کہتی ایک ہے

وہی تو ہونے والی مال جوڑا پہنے ہوئے، جس کو سب رانی کھینچی کہتے تھے، اس کے بھی بی میں اس کی چاؤ نے گھر کیا۔ پر کہنے سننے کو بہت سی ناخوشی۔ "اس لگ چلنے کو بھلا کیا کہتے ہیں؟ ایک نہ ایک جو تم بھٹ سے لپک پڑے۔ یہ چاؤ جو یہاں راتوں اپنی جھول رہی ہیں۔ اتنی تم اس میں مدد کے ساتھ ہے دھڑک چلے آنے ہو غلطی غلطی چھاؤ چلے چاؤ۔"

جب انہوں نے موس کے ملو لکھا کے کہا کہ

"اتنی رکھا گیاں نہ بیچتے۔ میں سارے دن کا تھا ہوا ایک بڑی چھاؤ میں اس کا چھاؤ کر کے چڑھوں گا۔ بڑے بڑے دھولے گئے لکھ کر چھر کو سونہ پڑے گا، چلا چاؤں گا۔ کسی کا لیتا دیتا نہیں۔ ایک برنی کے پیچھے سب

لوگوں کو چھوڑ کر گھوڑا پیچھا کرتا تھا۔ جب تک وہ چلا رہا ہوا کسی کے دھیان میں تھا۔ جب اندھیرا چھا گیا اور سنی بہت گھبرا گیا۔ ان امرتوں کا آسرا اڑھوڑا کر یہاں چلا آ رہا ہوں۔ بگھڑوگ لوگ تو نہ تھی جو مانتا تھا کہ جاتا اور رک رہتا۔ سراسر اٹھائے ہاتھ ہوا چلا آیا۔ کیا چاہتا تھا پانچواں چڑی بھولتی چٹکیں چڑھ رہی ہیں۔ پرے کی چڑی تھی۔ برسوں میں بھی تو بھولا کروں گا۔“

یہ بات سن کر حلال جڑ سے ادائی سب کی سرورہی تھی، دھون نے کہا:

”ہاں تھی، ہولیاں بھولیاں نہ مارو۔ ان کو کہہ دو جہاں تھی چاہے چڑی ہو، جہاں بگھڑوگ کھانے پینے کو مانگیں انہیں یہ دیا دو۔ گھمراے کو کسی نے آج تک مار نہیں ڈالا۔ سو نہ کا اول، کال قحطائے اور ہونڈھو اٹے اور گھوڑے کا ہاتھ اور سنی کا کھانا اور گھمراہٹ اور قحطراہٹ اور غلطی سانسیں بھرنا اور طے حال ہو کر گرے چڑیاں کو کچا کرتا ہے۔ بات تھی، ہولی ٹون بھولتی کی کوئی بھیجتی ہے؟ ہر دھار سے اور ان کے کچ میں بگھڑوگ کی پڑے سے لے کر دو۔“

اتنے آسرا پا کے سب سے پرے کونے میں جو پانچ سات بھولے بھولے پودے سے تھے، دھون کی چھانہ میں گھوڑو سے بھان نے اپنا بھونٹا کیا۔ سر ہانے ہاتھ دھر کے چاہتا تھا سو رہے، پر نیند کوئی جاہت کی لگاوت میں آتی تھی؟ چڑا چڑا اپنے ہی سے ہاتھیں کر رہا تھا۔ اسے میں کیا ہوتا ہے جرات سائیں، سائیں بولنے لگتی ہے اور ساتھ دھولیاں سب سو رہی ہیں۔ دانی نکلی اپنی نکلی دھن بان کو چکا کر دیں کتنی ہے:

”اوری اوری تو نے کچھ سنا ہے؟ میرا ہی اس پر کیا اور کسی ڈول سے نہیں قحط سکا۔ ٹو سب میرے بھیدوں کو ہانتی ہے۔ اب جو ہوتی ہو سو ہو۔ سر دھار ہے، جا جاتا جائے، میں اس کے پاس جاتی ہوں۔ ٹو میرے ساتھ ہیں۔ پر میرے پاؤں پڑتی ہوں۔ کوئی سننے نہ پائے۔ اوری ایہ میرا جڑا میرے اوروں کے بنانے والے نے ملا دیا۔ میں اسی لیے دھیسے ان امرتوں میں آئی تھی۔“

نکلی دھن بان کے ہاتھ پکڑے دھن بان آن پر بھیجتی ہے، جہاں کھورادو سے بھان لینے ہوئے بگھڑوگ میں چڑے چڑا رہے تھے۔ دھن بان آگے بڑھ کر کہنے لگی: ”تمہیں اکیلا دھن کے دانی آپ آئی ہیں۔“ کھورادو سے بھان یہ سن کے اٹھ بیٹھے اور یہ کہا کہ ”کیوں نہ ہو۔ سنی سے کوئی کوٹا ہے۔“ کھورادو دانی دھن چپ چاپ بیٹھے تھے۔ پر دھن بان دھن کے بدن گدگد رہی تھی۔ ہوتے ہوتے اپنے اپنے پٹے سب نے کھولے۔ دانی کھانا یہ کھلا: ”رہیہ بگھڑوگ کاس کی بنی ہیں اور ان کی دانی کا مٹا کھاتی ہیں۔ ایک سینے پیچھے ہاں باپ نے ان کے کہہ دیا ہے امرتوں میں جا کر حصول آیا کہ۔ آج دھن دھن تھا سو تم سے شہد، بھیل ہو گئی۔ بہت مہاراجوں کھوروں کی ہاتھیں آئیں، پر کسی پران کا دھیان نہ چڑھا۔ تمہارے دھن بھاگ، جہاں ہمارے پاس سب سے چھپ کے نہیں جہاں کی فرنگیوں کی گونیاں ہوں مجھے اپنے ساتھ لے کے آئیں ہیں۔ آپ ہی تم کہانی کہہ جرم کس دھن کے کون ہو؟“

انہوں نے کہا: ”بھرا باپ دلجو سوچ بھان اور ماں دانی مانگی پاس ہے۔ آئیں میں جو گتہ جوڑا ہو جائے تو انوکھی اچھی جگہ اور اچھے کی بات نہیں۔ یہ جیسا آگے سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جیسا سوچہ دیکھی چیز۔ جوڑ توڑ غول لیتے ہیں۔ دو مہاراجوں کو یہ چت چاہی بات مانگی گئی۔ یہ ہم قوم روکے کی کا گتہ جوڑا چاہیے۔“

اس میں دین دانت ہول اونٹنی:

”سوتو ہوا۔ اپنی اپنی انگوٹھیاں بھر بھر کر لیا اور آپس میں گھسائی مانگی گھس دو۔ پھر کچھ چڑھ کر بند ہے۔“
کنور اودے بھان نے اپنی انگوٹھی دہلی گھسائی دہلی گھسائی کو پینا دی اور رانی کھنکی نے انگوٹھی کنور کی انگلی میں ڈال دی اور ایک دیکھی دیکھی بھی لے لی۔

اس میں دین دانت ہول اونٹنی: ”جوڑی ہو چھوڑا اتنی بھی بہت ہوئی۔ اتنا بھر چلا پھا انہیں۔ میرے سر چوٹ ہے۔ اب اونٹ چلا اور ان کو سونے دو اور دیکھیں بچے روئے۔“

دو بات جب ٹھیک ٹھاک ہو چکی تھی، اچھلے پھر سے رانی تو اپنی سٹیلوں کو لے کے دھڑ سے آئی تھی دھڑ دھڑ پٹکی کی اور کنور اودے بھان اپنے کھوڑے کی پیچھا لگ کر لوگوں سے ال کر اپنے گھر پہنچے۔

کنور دیکھ کر ادب کیا کہوں۔ کچھ کہنے میں نہیں آتا۔ کھانا نہ چنا، رنگ چنا، کسی سے کچھ نہ کہنا نہ سننا۔ جس دھیان میں تھے مادی میں کوئے رہتا۔ گزری گزری دیکھ کچھ سوچ سوچ مر ڈھنا۔

ہوتے ہوتے اس بات کا لوگوں میں بڑا چمکھل گیا۔ کسی کسی نے مہاراج اور مہارانی سے کہا:

”کچھ مال میں کالا ہے۔ وہ کنور اودے بھان جن سے تمہارے گھر کا اوہالا ہے۔ دانت ہولوں کچھ اوس کے بڑے سچہ دارو ہے ڈول آنکھیں دکھائی دیتی ہیں۔ گھر سے باہر تو ہاتھ نہیں دھرتا۔ گھرا لیاں جو کسی ڈول سے بھلاتی ہیں تو اور کچھ نہیں کرتا ایک اونٹنی سانس لیتا ہے۔ اور بہت کسی نے پھلڑا تو پھلڑا کھٹ پر جا کے اپنا موٹہ لپیٹ کے آٹھ آٹھ آنسو چھڑا رہا ہے۔“

یہ سنتے ہی ماں باپ کنور کے پاس دوڑے آئے۔ گلے لگایا، موٹہ چوما، پانو پر بیٹے کے کرچے، ہاتھ جوڑے اور کہا:

”مٹی کی بات ہے سو کچھ کیوں نہیں؟ کیا دکھ پڑا ہے، جوڑے چڑے چڑے کماچے ہو، راج پاٹ جس کو چاہو دے ڈالو۔ کوتم کیا چاہے ہو؟ تمہارا مٹی کیوں نہیں گنا؟ بھلا وہ ہے کیا جو ہونٹیں سکتا۔ موٹہ سے لڑا، مٹی کھولا، جو کہنے میں کچھ سوچتے ہو مانگی گتہ بھرو۔ جو کچھ کھو گئے، جوں کی توہ ہیں کر تمہیں دے چلاؤ گے۔ جرم کو کوئی میں کر چکا تو ہم دونوں بھی کر چکے ہیں۔ جو کچھ کراٹ ڈالو تو ابھی سر کراٹ ڈالتے ہیں۔“

کنور اودے بھان جوروں کو لے کر دھڑ سے دھڑ بھڑاتے ہوئے گتہ پیچھے کا آسرا لپکا کاٹا ہوئے:

"ایچھا آپ سو چارے۔ ہاں میں لکھ بھیجتا ہوں۔ پر میرے پاس لکھ بھیجے گا میرے سونہ پر کسی صاحب سے
 دلا تا، نہیں تو میں شراؤں گا۔ اسی لیے لکھ بات ہو کے میں نے بکھڑا کیا۔"
 اور یہ لکھ بھیجا:

"اب جو میرا لکھ ناک میں آ گیا اور کسی صاحب نہ دیا گیا اور آپ نے مجھے سو سو روپ سے کھولا اور بہت سا
 تھوڑا صاحب تو لاف چھوڑ کے ہاتھ جوڑے سونہ کو چھوڑے لکھوائے پھٹکتے ہیں
 جگ میں چارے کے ہاتھوں کسی کو سٹھ نہیں
 ہے بھلا وہ کون جس کو دیکھ نہیں

وہ اس دن جو میں ہریالی دیکھنے کو گیا تھا، وہاں جو میرے سامنے ایک ہرنی کو چوس لٹھائے ہوئے ہوئی
 تھی، اس کے پیچھے میں نے گھوڑا ایک جھٹ پھینکا۔ جب تک لاچارا ہادی کی دھن میں پھینکا گیا۔ جب اندھیرا ہو گیا
 اور سورج ڈوبا، تھی میرا بہت اور اس صبا۔ امریاں تاک کے میں اون میں گیا، تو اون امریاں کا پتا پتا میرے ہی کا
 تاک تھا۔ وہاں کا یہ شغل ہے۔ بکھڑے پاس بھولا بھول رہی تھیں۔ اون سب کی سر زحری کوئی رانی نکلی، مہاراج
 بھگت پرکاش کی بیٹی ہے۔ انہوں نے یہ بکھڑی اپنی بھگت دی اور میری انگوٹھی اونہوں نے لی اور نکھڑا دے بھی لکھ دی۔ سو یہ
 انگوٹھی اون کی لکھنوت سمیت میرے لکھے ہوئے کے ساتھ رہو جاتی ہے۔ آپ دیکھ لکھتے اور جس میں بیٹے کا بی رو
 چائے ہو بھیجئے۔"

مہاراج اور مہارانی اس بیٹے کے لکھے ہوئے آنے سے اس لکھتے ہیں:

"ہم دونوں نے اس انگوٹھی اور لکھنوت کو اپنی آنکھوں سے ملا۔ اب تم بکھڑا صحت۔ رانی نکلی کے اس
 باپ تمہاری بات سامنے ہیں تو ہمارے سونہ کی اور سونہ ہیں۔ دو دو راج ایک جاگ ہو جائیں گے اور جو بکھڑا ہوا ہو
 ظہرے کی تو جس ذول سے بنی آوے گا، احوال تھوار کے مل تمہاری روٹھن ہم تم سے ملا دیں گے۔ آج سے اور اس
 مسترا کرو۔ کھیلو، کودو، پلو پا لو، آدھری کرو۔ ابھی گھڑی سے صحت سوچ کے تمہارے سرال میں کسی ہاتھ کو بھیجئے
 ہیں، جرات چیت جا ہے لکھ لکھ کرلاوے۔"

ہاتھ جو بکھڑی دیکھ کر ہڑبڑائی سے گیا تھا، اس پر بڑی بڑی پڑی۔ سنتے ہی رانی نکلی کے آپ نے

کہا:

"اون کے ہاتھ سے نا تا نہیں ہونے کا۔ اون کے باپ دادے ہمارے باپ دادوں کے آگے سدا ہاتھ جوڑ
 کے ہاتھ کرتے تھے اور جنگ تھری چڑھی دیکھتے تھے، بہت دارتے تھے۔ کیا ہوا جواب دہ دہ گئے اور دہ گئے پڑے
 گئے۔ جس کے ہاتھ ہم ہاتھیں انگوٹھے سے پکا لگا دیں اور مہاراجوں کا راج ہو جائے۔ کسی کا سونہ جو یہ بات ہمارے

مونہ پر لاوے۔"

ہامسن نے جل بھن کے کہا:

"اگلے بھی اسی پھار میں تھے اور ہماری سجا میں یہی کہتے تھے ہم میں اون میں کچھ کھنٹ کی سیل تو نہیں ہے۔"

پر کنور کی اس سے کچھ داری نہیں چلتی، نہیں تو ایسی اونچی بات کہ ہمارے مونہ سے نکلتی؟"

یہ سنتے ہی مہاراج نے ہامسن کے سر پر پھولوں کی ٹھڑی پھینک دی اور کہا:

"جو ہامسن کی بچا کا دھڑکاڑ ہوتا تو تھو کو ابھی کچھ میں دلاؤں گا۔ اس کو لے جاؤ اور ایک اندھیری کوٹھری

میں سونہ رکھو۔"

جواس ہامسن پر بیٹھ، سوسب کنور لاوے یہاں کے ماں باپ نے سنتے ہی لان کی طرف ماپنے لٹا خدہ بانٹ

کر ڈال ہا دل جیسے گھمرا تے ہیں، چڑھا آیا۔ جب دو مہاراجوں میں لڑائی ہونے لگی، رانی کھنکی ساون بھادوں کے روپ سے رونے لگی اور دونوں کے پی پر پنا گئی۔

"یہ کیسی چاہت ہے جس میں لوہو برسنے لگا اور انجی باتوں کو پی ترے لگا۔"

کنور نے چپکے سے یہ کچھ بھیا:

"اب میرا کچھ کھڑے کھڑے ہوا جاتا ہے۔ دو مہاراجوں کو آپس میں لانے دو۔ کسی ڈول سے جو ہو سکے تو

تم مجھے اپنے پاس بلاؤ۔ ہم تم دونوں کے کسی اور دھس کو نکل چلیں۔ جو ہوتی ہو سہو۔"

ایک ماں جس کو پھول کٹی کر پکارتے تھے، اون نے اس کنور کی چٹھی کسی پھول کی ٹھڑی میں لپیٹ سیوٹ

کر رانی کھنکی تک پہنچا دی۔ رانی نے اس چٹھی سے آنکھیں اپنی پس اور ماں کو ایک قال بھر کے سوتی دینے اور چٹھی کی چپہ ہاپے مونہ کی پیک سے پیک:

"اے میرے پی کے گاہک! جوتو دھس ہوئی ہوئی کر نکل کے کوہ سے ڈالے تو بھی میری آنکھیں مکن اور

کچھو کچھ ہوے، یہ یہ بات بھاک چلنے کی اچھی نہیں۔ ڈول سے بیٹا بیٹی کے ہاں ہے۔ جی تھو سے بھارا نہیں۔ ایک تو کیا جو کر دیتی جاتے رہیں، پر بھانسنے کی کوئی بات میں تو اچھی نہیں۔"

یہ چٹھی ٹیک بھری جو کنور تک جا پہنچی ہے، وہ کئی ایک سونے کے ہیرے سوتی بھران کے کچھ کچھ بھرے

ہوئے قال بھار کر کے لٹا دیتا ہے اور بھن سے اس کی پہلی پر کئی ٹھنکی ہو جاتی ہے۔ اس چٹھی کو اپنے کوہ سے ڈال پر بانٹ لیتا ہے۔

آنا جی مہندر گر کا کیاس پھاڑ سے اور ہرن ہرنی کرنا الفا کنور اور سے بھان اور اس کے ماں باپ کا

جکت پر کاس اپنے گرد کو جو کیاس پھاڑ پر رہتا تھا، میں کھنکھیتا ہے:

"بکھو داری سہائے بکچے۔ مہا کھنن ہم چتا اداں کو چڑی ہے۔ راجہ سورج بھان کو اب یہاں تک باڈا بک

نے لیا ہے جی انہوں نے ہم سے مہارا جوں سے نائے کا ڈول کیا ہے۔"

کیاس پھاڑ اک ڈال چاندی کا ہے۔ اوس پر راجہ جکت پر کاس کا گر مہندر گر، جس کو اندر لوگ سب کہتے تھے، دھیان گیان میں کوئی نوے لاکھ اتھوں کے ساتھ ٹھاکر کے گھن میں دن رات رہا کرتا۔ سونا دھوپا، تانے، دراگے کا جانا اور ٹکیا موٹہ میں لے کے لوڑا۔ در سے درے، دلوں کو اور پاتھیں اس اس صاحب کی دھیان میں تھیں جو بکھ کہتے اور شے سے باہر ہیں۔ میں سونے روپے کا در ساد چتا اور جس روپ میں دھاتا، ہو جاتا۔ سب بکھ اوس کے آگے ایک کھیل تھا۔ اور گانے میں اور بینا بھانے میں مہاراجی بھٹ، سب اوس کے آگے کان پکڑتے تھے۔ سرختری جس کو چڑا کہتے ہیں، اداں نے بھی اسی سے بکھ بکھ ٹکٹا ٹکٹا کیا تھا۔ اوس کے سامنے چھراگ، چھٹیس رانگیاں، آٹھ پیر روپ، دھوں کا سادھرے ہوئے، دلوں کی سدا میں آٹھ جوڑے گھڑی رانگی تھیں۔ وہاں اتھوں کو یہ کہہ کر پھارتے تھے۔ بھروسہ گر، بھسٹا گر، ہڈولی گر، بیکٹا تھو، کھار تھو، دیکھ داس، جھولی سروپ، داس سارنگ روپ اور اتھیاں اس ذہب سے کہلاتی تھیں:

گوجری، سادری، گوری، ماسری، جادول۔ جب چاہتا تھا، آڈھر میں سنگاس پر بیٹھ لوڑا ائے بھرتا تھا اور نوے لاکھ اتھیت گھلے اپنے اپنے موٹہ لئے ہوئے گھروے سترے پہنچے بنا بکھیر اوس کے ساتھ ہوتے تھے۔ جس گھڑی راجہ جکت پر کاس کی چٹھی ایک بکھو نے پہنچاتا ہے، جو کی مہندر گر ایک چٹکنا زار کر دل ہاتھوں کو تھکا دیتا ہے۔ کھنکر راجہ بھوت اپنے موٹہ کوئل بکھ بکھ پڑھتے کرتا ہوا باڈ کے گھوڑی کی فیلے پر لاگا اور سب اتھیت مرگ چھاواں پر بیٹھے ہوئے موٹہ میں لئے ہوئے بول دھتے:

"گور کھ چاگا۔"

ایک آنکھ کی چمک میں وہاں آس پہنچتا ہے، جہاں دونو مہارا جوں میں لڑائی ہو رہی تھی۔ پہلے تو ایک کالی آنکھ آئی، پھر اگلے برے، پھر اک آنکھ آئی۔ کسی کو اپنی ضد دھندھی۔ اچھی، گھوڑے اور چہتے لوگ اور بھیر بھاڑ راجہ سورج بھان کی تھی، بکھ نہ سمجھا گیا کدھر گئی۔ انہیں کون اٹھائے گیا اور راجہ جکت پر کاس کے لوگوں پر اور دانی کھنکی می کے لوگوں پر کیوڑے کی بوٹوں کی ٹھکی ٹھکی مٹھاری چڑنے لگی۔ جب یہ سب بکھ ہو چکا تو گرو نے اپنے اتھوں سے کہہ

”اودے بھان، سورج بھان، بھگی پاس ان تینوں کو ہرن ہرنی ہا کے کسی نن میں چھوڑ دو اور جوان کے ساتھی ہوں، ملوں، سمجھوں کو توڑ چھوڑ دو۔“

جیسا کہ گروہی نے کہا، جھٹ جٹ دو ہیں کیا۔ نہت کا بار کتور اودے بھان جی اور اڈ کا پ مہاراج سورج بھان جی اور اڈ کی پاس مہارانی بھگی پاس ہرن ہرنی، نن، نن کے ہرنی ہرنی گھاس کی برس تک چبکتے رہے اور اڈ بیج بڑے کے کا چمکھل جڑا نہلا جو کھر گئے اور کہاں۔ یہاں رہے دو۔ بھر نیے۔

اب رانی کھکی کے باپ اور مہاراج بھگت ہر پاس کی نیے۔ اڈ کے گھر کا گھر گروہی کے پاؤ پر گر اور سب نے سر جھکا کر کہا:

”مہاراج ایہ آپ نے بڑا کام کیا ہم سب کو رکھا۔ جہاں آپ آ نہ چکے تو کیا رہا تھا۔ سب نے مرٹنے کی طمان لی تھی۔ ان اپا بچوں سے کچھ نہ چلے گی۔ یہ جان لی تھی راج پاٹ سب ہارا بھلا کر کے جس کو چاہے اے ڈالے۔ ہم سب کو اتھیت ہا کے اپنے ساتھ لکھتے۔ راج ہم سے نہیں خستہ۔ سورج بھان کے ہاتھ سے آپ نے بھلا۔ اب کوئی ان کا چاچا چند بھان چڑھا دے گا تو کیونکر بچا ہو گا۔ آئی آپ میں تو سکت نہیں۔ بھرا ایسے راج کا پچھے منہ۔ کہاں تک آپ کو سٹاپ کریں۔“

یہ سن کے جوگی ہندو گرے کہتا:

”تم سب ہمارے چچا بنی ہو۔ آندری کرو۔ ہاؤنٹھ بھن سے ایسا وہ کون ہے جو تمہیں آتھ بھرا اور ڈھب سے دیکھ سکے۔ یہ تمہیں اور بھوت ہم ہی تمہیں دیا۔ جو کھال کی گاڑ پڑے تو اس بھگت میں سے ایک روکھا تو کر آگ پر دھر کے بھونک دیجو۔ وہ روکھا بھونکنے نہ پاوے گا جو ہم آن بچیں گے۔ رہا بھوت سواس لئے ہے جو کوئی چاہے اسے اچن کرے۔ وہ سب کچھ دیکھ لے اور اسے کوئی نہ دیکھے۔ جو چاہے کر لے۔ گرد ہندو گر بھن کے پاؤ پر بیٹے اور من مہاراج کیے ملوں سے تو کچھ بچھاؤ مت۔“

مہاراج بھگت ہر پاس ان کو سورا جھل کرتے ہوئے رانڈوں کے پاس لے گئے۔ سونے روپے کے پھول گود بھر بھر سب نے لٹھا اور کیے اور ہاتھ رگڑے۔ انہوں نے سب کی قاضیں غم نہیں۔ رانی کھکی نے بھی ڈھوت کی۔ پر جی ہی غم میں بہت ہی گروہی کو گالیاں دیں۔ گروہی سات دن سات راتیں راج بھگت ہر پاس کو سنگھ میں بیٹھا کے اپنے اڈ بھگت ہر پاس ڈول سے کھلاں پر پاؤ پر آدھکے۔ راج بھگت ہر پاس اپنے اڈھکے ڈھب سے راج کرنے لگا۔ رانی کھکی کا دل ان کے آگے دھکا بھگت ہر پاس کا دل ان کے آگے دھکا جی سے دھکا ہائی بولی کے دوہوں میں

رانی کو بہت سی ہے کی تھی کب سوچتی وہ بری بھلی تھی

چپکے چپکے کراہتی تھی جینا اپنا نہ چاہتی تھی
 کتنی تھی کبھی "داری دن بان یہاں جاس کسے بھلا کسے ہو کہ
 بچے کا اور ہے اب یہ کبھی امرتس میں اون کا وہ اترا
 اور بچے سے اٹھ کر میرا جانا اون کی وہ اجر اگوجھی بیتی
 آنکھوں میں میری وہ پھر دی ہے کیونکر انہیں بھولوں کیا کروں میں
 اب میں نے سنا ہے اے دن بان! چرتے ہوں گے ہری ہری روپ
 میں اپنی گئی ہوں پڑکڑی بھول بھولوں کو اٹھا کے یہاں سے لے جا
 نکھرے جی کو نہ کر آکھا ہریالی اسی کی دیکھ لوں میں
 ان آنکھوں میں ہے بھڑک ہرن کی جب دیکھئے ڈھنسا رہیں ہیں
 یہ بات جو جی میں گز گئی ہے اسی ڈال سے جب اکیلی ہوتی تھی جب دن بان کے ساتھ ایسے ہی موتی پڑتی تھی۔

بھوت مانگتا راتی نکلیں گا اپنی ماں راتی کا دل سے آنکھ پھٹل کھیلنے کے لیے اور دھو دھو رہا، اور لہجہ محبت پر کاس کا جانا اور
 پیار سے کہہ کہہ کہتا اور وہ بھوت دیتا

ایک رات راتی نکلیں نے اپنی ماں راتی کا دل سے بھلا اے میں ڈال کر یہ پوچھا:

"مردہ جی گسائیں مہندر گر نے جو بھوت روپ کو دیا تھا وہ کہاں رکھا ہوا ہے اور اس سے کیا ہوتا ہے۔"

ان کی ماں نے کہا: "داری اترا کیوں پوچھتی ہے۔"

رانی نکلی کہنے لگی: ”آکھ بچل کھینے کے لیے چاہتی ہوں۔ جب اپنی سسلیوں کے ساتھ کھیلوں اور چروا ہوں تو کوئی مجھ کو جکڑ نہ سکے۔“

رانی کام دے کہا: ”وہ کھینے کے لیے نہیں ہے۔ ایسے گلے کسی برے دن کے سہانے کو ڈال رکھتے ہیں۔ کیا جانے کوئی گھڑی نہیں ہے کسی نہیں۔“

رانی نکلی اپنی ماں کی اس بات سے اچانک قصص کے دھن گئی اور دن بھر کھانا نہ کھایا۔ مہاراج نے جو بنا یا تو کہا: ”مجھے راج نہیں۔“ تب رانی کام دے بول اٹھیں: ”امی! کچھ تم نے سنا۔ جی تھاری آکھ بچل کھینے کے لیے وہ بھوت گردہ بنی گاؤں ہوا آگتی تھی۔ میں نے نہ دیا اور کہا: ”لڑکی ایہ لڑکپن کی باتیں اچھی نہیں۔ کسی برے دن کے لیے گردہ جی دے گئے ہیں۔ اس پر مجھ سے ہر گئی تھی۔“ پتھر ابلاتی پھسلاتی ہوں، مانتی نہیں۔“

مہاراج نے کہا: ”بھوت کیا مجھے پتا ہی بھی اس سے پورا نہیں۔ اس کی ایک گھڑی بھر کے بل جانے پر ایک جی تو کیا جولا کھتی ہوں تو دے ڈالینے۔“

رانی نکلی کو ڈایا جس سے تھوڑا سا بھوت دیا۔ کئی دن تک آکھ بچل اپنے ماں باپ کے سامنے سسلیوں کے ساتھ کھینے سب کو جھٹاتی رہی۔ جو سوسہال سویتوں کے چھاؤں ہوا کیے۔ کیا کہیں ایک بچل تھی، جو کینے تو کروڑوں ہاتھوں میں بیس کی تھیں نہ سکے۔

رانی نکلی کے چاہت سے بچل ہوا بھرنا اور دن بان کا ساتھ سے نہیں کرنا

ایک رات رانی نکلی اسی دھماکے میں اپنے دن بان سے کہا امی: ”اب میں گھڑی راج سے مل کر کرتی ہوں۔ تو میرا ساتھ دے۔“ دن بان نے کہا: ”کیوں کر۔“

رانی نکلی نے وہ بھوت کا لہجہ اسے بٹکایا اور یہ بتایا:

”سب یہ آکھ بچل پھلیں میں نے اس دن کے لیے کر رکھی ہیں۔“

دن بان کہنے لگی: ”میرا کچھ اتر قرآن لگا۔ اسے ایہ مانا تم اپنی آنکھوں میں اس بھوت کا انجی کرو گی اور میرے بھی لگا دو گی تو میں نہیں کوئی نہ دیکھے گا اور ہم تم سب کو دیکھیں گے۔ پر ایسے ہم کہاں سے جی چلے ہیں جو دن لیے جو دن چرے بٹک کر رہیں اور ہر نوں کے سیکوں میں روٹو ہاتھ ڈال کے ڈکا کریں اور جس کے لیے یہ سب بکھ ہے سو وہ کہاں اور جودے تو کیا جانے جو یہ رانی نکلی جی اور یہ دن بان گھڑی لڑکی کھسوٹی اون کی کھلی چو لہے اور بھاڑ میں جانے یہ چاہت۔ جس کے لیے ماں باپ، راج پات، لشکر، غنیمت، لالچ کو چھوڑ کر غری کی کچھاڑوں میں پھرنا چاہے۔ سو بھی بے اول جودہ اپنے روپ میں ہوتے تو بھلا تھوڑا بہت بکھ آسرا تھا نہ جی ایہ ہم سے نہ ہو سکے گا۔ مہاراج راج

پکاس اور مہارانی کام دل کا ہم جان بوجھ کر گمراہ چاڑیں اور بھکا کے لوہ کی بیٹی جو انکوئی لاڈلی ہے، اس کو لے جا دیں اور جہاں تہاں اسے بھٹکا اور جاس پتی کھا دیں اور اپنے چوڑے کو ہلا دیں۔ اسے حق اس دن جنہیں یہ بوجھ نہ آتی تھی جب تہارے اور اس کے ماں باپ میں لڑائی ہو رہی تھی۔ اس نے اس ماں کے ہاتھ جنہیں لکھ بھیجا تھا، ”بھاک چلیں“۔ اب تو اپنے منہ کی ایک سے اس کی ہنسی کی چپو پر جو لکھا تھا سو کیا بھول گیا۔ تب تو وہ ناؤ بھاڑ کر کھایا تھا۔ اب جو وہ کنور اور بے بھان اور ادن کے ماں باپ جیسے بن بن کے ہرن ہوتی ہوئے کیا جانے یہ ہرنوں کے ان کے دھیان پر وہ کر بیٹھے جو کسی نے تہارے گمرانے میں نہیں کی۔ اس بات پر مائی ڈال دو۔ نہیں تو بچتا ڈکی اور پنا کیا پاؤ گی۔ مجھ سے تو کچھ نہ ہو سکے گا۔ تہا دی کچھ اچھی بات ہوتی ہو تو چپتے ہی میرے منہ سے نہ نکلتی۔ یہ بات میرے پیٹ میں نہیں بچ سکتی۔ تم ابھی اٹھو ہو۔ تم نے کچھ دیکھا نہیں، جو اسی بات پر جنہیں بچ بچ ڈھلار نکھوں کی تو تہارے ماں باپ سے کہہ کر وہ مجھوت جوڑا انگڑا مجھوت، چھندر کا پت، مادہ محبت دے گیا ہے، مادہ حذر ڈاکے چھوٹوں کی۔“

رانی نکھیں نے یہ دیکھا تھا، دن دن بان کی سن کر مال دیا اور کہتا: ”جس کا پی ہاتھ میں نہ ہو، وہ ایسی ایسی لاکھوں سوچتے ہیں۔ کہنے پر اور کرنے سے بہت سا بھیر ہے۔ یہ بھٹا کوئی اندر ہے جو ماں باپ کو چھوڑ کر ہرنوں کے لیے پڑی دوڑتی پھروں۔ پراری اتوڑی پاؤ لی جڑا ہے جو تو یہ بات لیک خفاک کر جان لی اور مجھ سے لڑنے لگی۔“

رانی نکھیں کا مجھوت آکھوں میں لگا کر گھر سے گل ہاتا اور مجھوتے بنوں کا ٹھٹھا

دس چھو دن پیچھے ایک رات رانی نکھیں دن کہے دن بان کے دو مجھوت آکھوں میں لگا کر گھر سے باہر نکل گئی۔ کچھ کہنے میں نہیں آتا جو اس باپ پر ہوئی۔ یہ بات ظہر ہوئی۔ گردنی نے کچھ کچھ کر رانی نکھیں کو اپنے پاس بلا لیا ہو گا، مہاراجہ جگت پکاس اور مہارانی کام دل راج پاٹ سب کچھ اس جگہ میں چھوڑ چھاڑ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہائیے اور کسی کو اپنے نوگوں میں سے مداح تھانے کے لیے چھوڑ آئے۔ تب دن بان نے وہ سب باتیں کھولیں۔

رانی نکھیں کے ماں باپ نے یہ کہا: ”میری دن بان اج تو بھی اس کے ساتھ ہوتی تو کچھ ہمارا ہی ظہر ہوتا۔ اب جو وہ تجھے لے جائیں تو تو کچھ چوڑو دیکھ، دن کے ساتھ ہو لگو۔ جتنا مجھوت ہے تو اپنے پاس رکھ۔ ہم اس راکھ کو چر لکھے میں ڈالیں گے۔ گردنی نے تو دور دورا جوں کا کھونج کھویا۔ کنور اور بے بھان اور اس کے ماں باپ دوڑو سٹھور ہے اور جگت پکاس اور کام دل کو یوں ٹپت کیا۔ مجھوت نہ ہوتا تو یہ باتیں کا کہے کو سنا سننے آتیں۔“

دن بان بھی ان کے دھوڑتے کو لگی۔ انجن لگاتے ہوئے۔ ”نکھیں رانی نکھیں“ کہتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ بہت دنوں پیچھے کہیں رانی نکھیں بھی ہرنوں کے ڈانڈوں میں ”نورے اور بے بھان“ چٹکھڑاتی ہوئی آنگلی جو ایک نے ایک کا ذکر یوں پکارا ”اپنی اپنی آنکھیں دھوڑو الو۔“ ایک ڈیرے پر بیٹھ کر دلو کے مٹ بھیڑ ہوئی۔ گھٹل کے ایسے

دونوں جہ پھاڑوں میں کوک سی پڑ گئی۔

دونوں اپنی دلی کا

دو

چھائی ٹھٹھی سانس جھاڑوں میں پڑ گئی کوک سی پھاڑوں میں
دونو جنیاں ایک ٹیلے پر اٹھیں سی جھان (جھانہ) تار کے آٹھ لیاں اپنی باتیں دہرائے نکلیں۔ بات
چیت دلی نکلی کی دن بان سے دلی نکلی نے اپنی جتنی سب کی اور دن بان وہی اٹھا اٹھکا جینکا کی اور اس کے ہاں
باپ نے اون کے لیے جو جگہ سادھا اور جو روگ لیا تھا سب کہا۔ جب دن بان یہ سب کہہ کر بجی تو پھر سے گئی۔
دلی نکلی یہ گئی پڑھنے

دو

ہم نہیں مہنے سے رکھتے جس کا پی چاہے ہے دلی اپنی کہات آ پھنے جی آ پھنے
اب تو اپنے پیچھے سارا بھڑا جھاننا لگ گیا پاؤں کا کیا اُٹھوڑتی ہے جی میں کا کا لگ گیا
دن بان سے کہہ دلی نکلی کے آنسو پڑ پھنے سے چلے۔ "کون نے یہ بات خبرائی جو تم کہیں خبر تو میں
تہارے اڑے ہوئے ہاں باپ کو چپ چاپ نہیں لے آؤں اور اونہوں سے یہ بات خبراؤں۔ گسائیں ہندوگر
جس کے یہ سب کہات ہیں وہ بھی انہیں اور اڑے ہوئے کی ٹنگی میں ہے۔ اب بھی جو میرا کہا تھا رے دھپان
چڑھے تو گئے ہوئے دن بھر بھر سکے ہیں۔ پڑھاری کہہ بھاری نہیں۔ ہم کیا پڑے کچھتے ہیں۔ اس پر جزا اٹھاتی
ہوں۔"

بہت دنوں میں دلی نکلی نے اس پر اچھا کہا اور دن بان کو اپنے ہاں باپ کے پاس بھیجا اور بھیجی اپنے
باپ سے کہہ بھیجی "بھآپ سے کہہ ہو سکے تو اس جگہ سے پڑھو اے آؤں۔"
مہاراج اور مہارانی کے پاس دن بان کا بھڑا نا اور چٹ چٹ بات کا سنا

دن بان دلی نکلی کو پھوڑ کر رہ بخت پر کاس اور دلی کام D جس پھاڑ پھینے ہوئے تھے وہاں بھٹ
سے آدھیں کر کے آگڑی ہوتی ہے اور کہتی ہے:

"لکھے آپ کا گھر سے سرے سے بہا اور اچھے دن آئے۔ دلی نکلی کا ایک ہال بھی بکا ہوا نہیں کے
باتھو کی پینٹھی لائی ہوں۔ آپ پڑھ لکھتے۔ آگے سچا ہے سو کچھ۔"

مہاراج نے اسی صبح میں سے ایک روٹکا تو ذکر آگ پر دھرایا۔ بات کی بات میں گسائیں ہندوگر آ پھنے

اور جو کچھ نیا سا نگہ جڑی اور جگن کا آجاتا، آنکھوں دیکھا۔ سب کو بھائی سے لگا ہوا اور کہا:

”کھنکھراہی لیے میں سو نہ گیا تھا جو تم پر ہووے تو اس کا ایک دھکا بھونک دیکھو۔ تمہارے گھر کی یہ گت ہو گئی۔ اب تک تم کیا کر رہے تھے اور کس ٹینکوں سو رہے تھے۔ یہ تم کیا کرو۔ وہ کھلاڑی جو جو روپ چاہے سو دیکھاوے۔ جو جو راج چاہے سو بچاؤوے۔ بھوت لڑکی کو کیا دیتا تھا۔ اور سے بھان اور سورج بھان اس کے باپ کو اور بھی پاس کو میں نے کیا تھا۔ میرے آگے تینوں کو جیسے کا تیرا کرنا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ اچھا ہوئی سو ہوئی۔ اب چلو اٹھو۔ اپنے راج پر برا جو اور تیراؤ کا غلط کرنا۔ اب تم اپنی اپنی کو بیٹھو۔ کنورا دو سے بھان کو میں نے اپنا بیٹا کہا اور اس کو لے کے میں جاپنے چڑھوں گا۔“

مہاراج یہ سنتے ہی اپنے راج کی گدی پر آ بیٹھے اور اس گھڑی کہہ دیا۔

”ہمارے بچوں کو اور کونوں کو گونے سے منڈھ لو اور سونے روپے کو رو پہلے سہرے سب مہاراج اور پھاڑوں پر باندھ دو اور بچوں میں موتی کی لڑیاں گوندھو اور کہہ دو چالیس دن چالیس رات تک جس گھر راج آئے پھر نہ دیکھا اس گھر والے سے شہ رنڈھ رہوں گا اور جانوں گا یہ میرے دکھ ٹھک کا ساقی نہیں۔“

چھ مہینے جد کوئی چلنے والا نہیں نہ گھر سے اور رات دن چلا جائے اس ابیر بچہ میں وہ راج سب تھا کہیں بچی ڈول ہو گیا۔

جانا مہاراج اور مہارانی اور مسائیں مہندوگر کارانی کھنکی کے چلنے کے لیے

پھر گردی اور مہاراج اور مہارانی، مدین بان کے ساتھ وہاں آ بیٹھے، جہاں رانی کھنکی چپ چاپ نہون بیٹھے تنہی تھی۔ گردی نے رانی کھنکی کو اپنی گود میں لے کے کنورا دو سے بھان کا چڑھا دیا اور کہا:

”تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے گھر سو جاؤ۔ اب میں اپنے بیٹے کنورا دو سے بھان کو لیے ہوئے آتا ہوں۔“

گردی گسائیں جن کو ڈر دست ہے سو تو دوں سو دھارتے ہیں۔ آگے جو ہوگی سو کہنے میں آدے گی۔ یہ دھوم دھام اور پھیلا دلو میان کیجئے۔

مہاراج بگت پر کاس نے اپنے سارے دلیں میں کہا: ”یہ بکا رو میں جو یہ ذکرے گا، اس کی بری گت ہو گی۔ کانوں میں آسنے سنا سننے ترچے لئے بنا دیا کے سو ہے کپڑے ان پر لگا دو اور کوٹ دھنک کی اور کو کھر دو پہلی سہری اور کر میں اور ڈاکہ ڈاکہ دیکھا اور چٹنے بڑ پھیل کے پرانے پرانے چل جہاں جہاں ہوں، ان پر گلوں کے پھولوں کے سر سے ہر سے مگر سے ایسے جس میں سر سے لگا کر تک ادن کی ٹھنک اور ٹھنک پیچھے ہاندھ دو۔“ (چھٹک:

پدموں نے دلکے کے سوہے جوڑے پہنے،
 سوپانوں میں ڈالیں نے توڑے پہنے،
 بونی ہوئی نے پھول پھول کے کپنے،
 جو بہت نہ تھے تو تھوڑے تھوڑے پہنے

جتنے ڈھڈھے اور ہیرا دل میں لپیٹے پات تھے، اپنے اپنے ہاتھ میں چٹکی مہندی کی رچا ہوا، اھاوت کے ساتھ چٹکی سواوت میں ساکنی، کرنی اور جہاں تک نول یا ہی ڈائیں ٹھیک پھیلوں کی اور سہاگھیں نئی نئی کیوں کی، جوڑے جھکنوں کے پہنے ہوئے تھیں، سب نے اپنی اپنی گود سہاگ چاڑ کے پھول اور پھولوں سے نمبر کی اور تین برس کا چھوٹا جو لوگ دیا کرتے تھے، اس رعبہ کے راج بھر میں جس، جس رعبہ سے ہوا چٹکی پاڑی کر کے مل جوت کے اور کپڑا کٹا کٹا کھونچ کے، سو سب اون کو چھوڑ دیا۔ اپنے گھروں میں بھاڑ کے خاتمہ کریں اور جتنے رعبہ بھر میں کوئیں تھے، کھنڈ سالوں کے کھنڈ سال لیے جالان میں اوڑھ بیٹیں گئیں اور سارے بھوں میں اور چھاڑیوں میں ڈال بیٹوں کی بھار، جمجمہ بھارت راتوں کو دیکھائی دینے لگی اور چٹکی بھٹیلیں تھیں، اون سب میں قسم قسم اور ٹیسو اور ہر رنگ پر گیا اور کسری بھی تھوڑی تھوڑی گھولنے میں آگئی اور پھٹنگ سے لگا جڑ تک بھار بھکاڑوں میں پٹے اور پٹوں کے بندھے جھپٹے تھے اور دو پہلے نمبر سے ڈاک گوند لگا لگا کے چپکا دیئے اور کہہ دیا گیا جو سو پی بکڑی اور سو پی باگے میں کوئی کسی ڈول، کسی روپ سے نہ بھرے پٹے اور جتنے گویے، بھگے، بھاط، بھٹکی، اڑھاڑی اور ٹھیکت نا پٹے ہوئے ہوں سب کو کہہ دیا جن جن خانو میں جہاں جہاں ہوں، اپنے اپنے ٹھکانوں سے مل کر اٹھنا چھوٹے چھوٹے بچا کر گاتے گاتے دھوئیں چاٹتے نا پٹے کوڑے دیا کریں۔

وضو نہ گھاسیں مہند کا کھور اوڑے بھان اور لوں کے ہاں باپ کو اور نہ پاتا اور بہت سا مٹھا نا رعبہ اندر اس کی چٹکی چڑھ کے آتا

یہاں کی بات اور چٹکیں جو کچھ ہیں، سو بیٹیں رہنے دو۔ اب آگے یہ سنو۔ جوگی مہند رگر اور اس کے نوے لاکھ بچوں نے سارے بدن کے ہر چھان مارے، گئیں کھور اوڑے بھان اور اس کے ہاں باپ کا ٹھکانا لگا۔ جب جن نے رعبہ اندر کو چٹکی لکھ چٹکی۔ اس چٹکی میں یہ لکھا ہوا تھا:

”چٹکیں، ٹھوں کوئیں نے ہرن اور ہرنی کر ڈالا تھا۔ اب اون کو وضو نہ چھڑتا ہوں، گئیں جنس ملے اور بھری چٹکی سکت تھی، اپنے سے کر چکا ہوں اور اب میرے منہ سے لگا کھور اوڑے بھان میرا بیٹا اور میں اس کا باپ۔ اس کی سسرال میں سب بھاء کے خاتمہ ہو رہے ہیں۔ اب مجھ پر نہ پٹا نا نہ ہے۔ جو تم سے ہو سکے سو کرو۔“

دلہا اندر گرہ بند کر کے کھینچنے کو سب اندامیں سمیٹ آپ آن پہنچتا ہے اور کہتا ہے:

”جیسا آپ کا بیٹا جیسا میرا بیٹا۔ آپ کے ساتھ میں سارے اندر لوگ کو سمیٹ کے کھڑو ہوں۔ یہاں کو جانے چھوٹ جائے گا۔“

گسائیں ہنڈر کرنے دلہا اندر سے کہا:

”ہماری آپ کی ایک ہی ایک بات ہے۔ یہ کچھ انکی سوچا ہے جس میں وہ اور سے یہاں ہاتھ آویں۔ یہاں پہنچنے کو پہلے اندر گائیں ہیں، ان سب کو ساتھ لے کے ہم اور آپ سارے دونوں میں بھریں۔ تمہیں نہ کہیں تمہارا لگ جائے گا۔“

یہاں اور ہر نکل کے کھیل کا پکڑا اور سے سر سے کھڑو اور سے یہاں کا روپ پکڑا:

ایک رات دلہا اندر اور گسائیں ہنڈر گر ٹھہری ہوئی چاندنی میں بیٹھے ہوئے راگ سن رہے تھے۔ کڑوں ہر ان آس پاس آن کے راگ کے دھماکے میں چٹکڑی بھول سر جھکانے کڑے تھے۔ اس میں دلہا اندر سے کہا:

”ان سب ہر فوں پر چڑھ کے میرے ساتھ، اگر وہ کے بھگت، بھڑی مٹری، اندری باجا ایک ایک چھینکا پانی کا۔“

کیا جانے وہ پانی کیا تھا۔ پانی کے چھینچنے کے ساتھ ہی کھڑو اور سے یہاں اور ان کے ماں باپ بچوں بچے ہر فوں کا روپ چھوڑ کر جیسے تھے ویسے ہو جاتے ہیں۔ ہنڈر گر اور دلہا اندر ان تینوں کو گنگے لگاتے ہیں اور پاس اپنے بڑی آؤ بھگت سے اٹھاتے ہیں اور وہی پانی کا گھڑا اپنے لوگوں کو دے کر وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں سر منڈاتے ہی لو لے پڑتے ہیں۔ دلہا اندر کے لوگ جو پانی کے چھینچنے وہی اندری باجا چڑھ کے دیتے ہیں، جو جو مرنے تھے، سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جو جڑا دھوئے ہوئے کے بھاگ بچے تھے، سب سمٹ آتے ہیں۔

دلہا اندر اور ہنڈر گر، کھڑو اور سے یہاں اور دلہا سورج یہاں اور رانی بھگن پاس کو لے کر ایک اذن کھولے پر چڑھ کر بڑی دھوم دھام سے ان کے اپنے راج پر بیٹھا کر بیاد کے خواہ مخواہ کرتے ہیں۔ فیسریوں میرے سوتی ان سب پر چھوڑا دیتے ہیں۔ دلہا سورج یہاں اور اور سے یہاں اور انوں کی ماں رانی بھگن پاس چپٹ چاہی آس پر پھولوں اپنے آپ میں نہیں ساتے اور سارے اپنے راج کو بھی کہتے جاتے ہیں:

”ہم جو سے بھڑو سے کے نہ کھول، اور اور جس جس کو جو جواکت سو مجھے بھول دو۔ آج کے دن سے اور کونا دن ہوگا۔ ہماری ان گھوٹوں کی چٹلیوں کا جس سے جینا ہے، اس کا ڈالے انکو تے کا پنا اور ہم تینوں کا ہر فوں کے روپ سے نکل کر پھر راج فرمنا۔ پہلے یہ چاہیے جن جن کی بیٹیاں ہیں، ان بیٹیاں، انکو یاں یاں یاں ہوں، ان سب کو انکا کر

دو جوانی جس جس سے جاؤ چھٹ سے جا ہیں اپنی اپنی گزراں ستوار کے اٹھا دیں اور جب تک جیتی رہیں، ہمارے یہاں سے کھانا پکا پکا چڑھا کریں اور سب راج بھری بیٹیاں سدا سہا گھنٹی بنی رہیں اور سو بے رانے صحت بھی کوئی کچھ نہ پہنا کریں اور سونے روپے کے کواڑ گنگا جمنی سب گھروں میں لگ جائیں۔ سب کوٹھوں کے انھوں پر کبیر اور چندن کے لیے لگے ہوں اور جتنے پہاڑ ہمارے ویس میں ہوں، اچھے اچھے ہی روپے سونے کے پہاڑ آٹنے ماسنے کھڑے ہو جائیں اور سب ڈانگوں کی جوڑیاں موجوں کی مانگ سے جن مانگے بھر جائیں اور پھولوں کے گیلے اور بندہ نوازوں سے سب چھاڑ پہاڑ لہ سے پھندے رہیں اور اس راج سے لگا اس راج تک اور میں چھت ہی باغداد۔ چھا چھا گھنٹہ بند ہے۔ جہاں بھیڑ بھڑکا، دھوم دھڑکانہ ہو، چاہے پھول اچھے بہت سارے کھڑے جائیں۔ جہاں پاس جیسی کجی پھول کی بہتیاں ہیں، یہ سمجھا جائے اور پیاروں کرو دو چہرے دلوں کو چاہئے جن میں سب راجی اور میرے اور بھگراج کے اور ادر کھڑ کوئی کی بھیاں بن جائیں اور کیا رہاں ہی ہو جائیں جن کے پھول سجے ہو پھلین اور کوئی ڈانگ اور پہاڑ گلی کا ۱۲ چڑھا ڈایا دیکھائی بندے جس کی کوہ بھگراجوں اور پھولوں سے بھری بہتولی نہ ہو۔

دلہا نکھر کاٹھا نکھر کاٹھا دے بھان کے چاہئے کے لیے

دلہا عدے کہہ دیا:

”اور دھڑپاں، چالہیاں جو اپنی مدد میں آڑ چلیاں ہیں، اون سے کہہ دو سار سنگار، ہاں ہاں کج موتی پروں، اپنے اپنے اچھے اور اچھے کے اڑن کھولوں کے اس راج سے اس راج تک اور میں چھت ہی باغداد۔ پر کھو ایسے روپ سے اڑ چلو جو اڑن کھولوں کی کیا رہاں اور پھول رہاں ہی بیکروں کوں تک ہو جائیں اور اوپر ہی اوپر مرونگ، جین، ہلترنگ، مہر، چنگ، گھوگر، چیل، گنت تال اور بیکروں اس واجب کے انوکھے ہاتھ بچھے آئیں اور اون کیا رہوں کے سج میں میرے، بھگراج، دن بندھے موجوں کے چھاڑ لور لال بیٹوں کی بھیڑ بھاڑ کی، جھم بھامٹ دکھائی دے اور انھیں لال بیٹوں میں سے جھو پھول، بھگجری، جاتی، جو رہاں، کوم، گیدرا، چٹیلی اس واجب سے چھٹے کہ دیکھوں کی چھاتیوں کے کواڑ کھل جائیں اور پٹاٹے جوا چھل چھل کے پھولیں، اون میں سے ہتھ پیارے اور بولنے بکھرونے وصل وصل چریں۔ اور جب تم سب کوٹھی آؤ تو چاہیے، اس ٹھنی کے ساتھ موتی کی لڑیاں تھریں جو سب کے سب اون کو جن جن کے راج کے واسطے ہو چائیں۔ ڈانڈوں کے روپ میں سارنگیاں چھڑ چھڑ سولے گاؤ، دونوں ہاتھ چاؤ، انگلیاں چھاؤ۔ جو کسی نے نہ سنے ہوں، وہ تاد بھاؤ، راؤڑ چاؤ، دکھاؤ، غلط رہاں سکیپاؤ اور تاک بھری جان جان بھاؤ تاد۔ کوئی پھوت گرد نہ چاؤ، یہاں بھاؤ جو لاکھوں برس میں ہوتا ہے۔

جو جو دلہا اندر نے اپنے منہ سے لکھا تھا، آگ کی چمپک کے ساتھ وہیں ہونے لگا اور جو کھو اون دونوں

مہاراجوں نے اصرار دھر کہہ دیا تھا، سب کچھ اسی روپ سے ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ جس کا بے کی یہ کچھ پھیلاؤ تھا اور جہاؤں اور چاؤں کو پتہ نہ تھا اس شکست ساتھ ہوئی، اوس کا اور کچھ پھیلاؤ کیا کچھ ہوگا سہاویان کرلو۔

ٹھیکہ گسائیں مہندر گرا

جب کھور اور سے بھان اس روپ سے چاہئے چڑھے اور وہ پامین جو اندھیری کوٹھری میں سوندا ہوا تھا، اوس کو بھی ساتھ لے لیا اور بہت سے ہاتھ جوڑے جا کر کہا:

”پامین دیا تا اجہارے ہمارے کہئے سنئے پتہ پاؤ۔ جہاری جو ریت ہوتی چلی آئی ہے، بتاتے چلو۔“

ایک اور دن کھولا پر وہ بھی ریت، بتائے کو ساتھ ہوا۔ دلچاند اور گسائیں مہندر گرا اپنا پتہ ہاتھی پر چھوڑے جھانچے، دیکھتے بھالتے سارا اکھاڑ لپے چلے جاتے تھے۔ راجہ سورج بھان دول کے گھوڑے کے ساتھ ملا چپا ہوا پھول تھا۔ اسنے میں ایک سنا ہوا۔ سب گھرا گئے۔ اس سناٹے سے وہ جو چوکی کے نوے لکھا تھیت بنے، سب کے سب چوکی بنے ہوئے سوتیلوں کی لڑائیوں کی سلی گھوں میں ڈالے، گانچیاں اسی زحبی کی پاندھے، مرگ چھانوں اور کھمروں پر انہوں کے پیوں میں چٹکی انگلیں بھاری تھیں، اوچر کی ٹنگنی ہو گئیں۔ سیکھ پال اور چنڈ دلوں پر اور تھوں پر چٹکی رانچیاں مہارانی بھمن ہاس کے پیچھے چلی آتیاں تھیں، سب کو گدگدیاں ہی ہونے لگیں۔ اس میں کہیں بھرتی کا سا گھ آ پائیں، چوکی ہے پال آ کھڑے ہوئے، کہیں مہاراجی اور پارہنی کی دکھائی دے، کہیں گور کھ جائے، کہیں چھندو تھ بھاگے۔ کہیں چھو، کچھ ہارلو، شکھ ہوئے۔ کہیں پر سرام، کہیں پادوں روپ، کہیں ہرنا کس اور نرنگ، کہیں نام بھمن اور بیتا سانسے آئے، کہیں رادوں اور لکا کا کھیزا سارے کا سارا دیکھائی دینے لگا۔ کہیں سنبھائی کا ختم اٹھی ہوتا اور ہاس دیا کا توکل لے جاتا اور لون کا اس روپ سے بڑھ چلا اور گائیں چرائی اور سوردی بجائی اور گویوں رانی سے دھو میں چرائی اور بھاکا کس کر لینا اور دی کر مل کی کھیں۔

فنی پتہ چر گھاٹ

بندر امین دیا آج پر سائے سیں رہتا اور اسی کھیا سے جو چھو کچھ ہوا تھا، سب کاسب جیوں کا تھیں، آ کھوں تھیں آ اور چانا اور سولہ سو گویوں کا کھولا سا سٹھا گیا۔ ان کو بچوں میں سے نو دھوکا ہاتھ بچہ کر ایک گویوں کے اس کہنے نے سب کو دلا دیا۔ جہاں اسی زحبی سے ہول کے داندھے ہوئے تھی کوٹھری تھی۔

گیت

جب جہاز کرپل کی لگن کاں ہر دوار کا جیوں اُجھائے ہے
گدھوت کے دھام ڈائے گئے، مہراجن کے مہراج بھنے
جج مور کٹ اور کامریا بکھ، اور ہی تاتے جوڑ لے
دوسرے روپ کے اور سچاں چرائے بھول گئے

ایک دینا گھاٹوں کا

بچنے گھاٹ، دونوں راج کی عداویں میں تھے، بچے چاندی کے چھلے سے ہو کر لوگوں کو بٹا بٹا کر رہے تھے۔
نواڑے، بھولینے، بکڑے، بچے، موہ بھگی، موہا بھگی، سیام سند، رام سند اور چٹنی ڈھب کے ناویں تھیں، سترے روپ
سے اگلی پہاٹی، کسی کسائی، سوسو لگیں کھا جاتاں، آجوں، چا جاتاں، انہو آجوں، چڑی مہرتاں تھیں۔ اون سب پر بچی گوسے،
کھجیاں، رام جنیاں، ڈوٹیاں کھا کھجی بھری اپنے اپنے کرتب میں تاجتی، کاتی، بجاتی، کورتی، چاندتی، دھو میں چا جاتاں،
انگڑاں، مہا نیاس، انگلیاں، چا جاتاں اور موٹی پڑ چاں تھیں اور کوئی ناؤ ایسی نہ تھی جو سونے روپے کے پتروں سے منظمی
ہوئی اور اسادری سے اچھی ہوئی نہ ہو اور بہت سی ناؤ بٹھولے گئی، اسی ڈھب کے، اون پر گائیں قشعی بھولتی ہو گئیں،
سو بٹے، کدو اور ہاتھری کا کھوڑے میں گاریں تھیں۔ ذل بادل ایسے نوازوں کی سب جھیلوں میں بھی چھا رہے تھے۔

آج بچنا کدو اور سے بھان کا کدو کے ساتھ دھن کی ڈھول بھی ہے

اس دھوم دھام کے ساتھ کدو اور سے بھان سہرا ہمارے، جب دھن کے گھر تک آن پہنچا اور جوڑ بیتی ان
کے گھرانے میں ہوتی چلی آجیں تھیں، ہونے لگیاں۔ دن دن رات کی کھچکی سے ٹھنڈے کر کے بولی:
"سب سگھ سیٹے، بھر بھر جھولی۔ سر نہوڑائے کیا بیٹھی ہو۔ آؤ تک ہم تم مل کے جھروگوں سے انہیں
بھاگئیں۔"

راتی کھچکی نے کہا:

"ندری ایسی ٹپلی با تھیں ہم سے نہ کر۔ ایسی ہمیں کیا پڑی جو اس گھڑی ایسی کڑی پھیل کر رہی چلی کر، اور تھیں
اور ٹپل پھیل بھرے ہوئے ان کے بھاگنے کو کھا کھڑی ہوں۔"

دن ہاں اس دکھائی کو دوزن دکھائی کی اتھیں میں کر رہی:

دو چہاٹوں کی

دو

ہیں تو دیکھو دا جھڑے گی دا جھڑے گی دا جھڑے
ہم سے اب آنے لگی ہیں آپ ہیں سرے کڑے
جہان بادے بن کے بن تھے آپ نے جن کے لیے
دو برن جو بن کے مدھ میں ہیں جتہ دولہ کڑے
تم نہ جاؤ دیکھنے کو جو انہیں کچھ بات ہے
جھانکنے اس دھیان میں ہیں، اون کے سب چھوٹے بڑے
بھی کہات "گی کو بھادے یوں ہی پے منڈیا بلائے"
لے پھیں گے آپ کو، ہم ہیں اس دھن پے الے
رہیں منڈی بھر کے رانی کھنکی ہوئی "کہ کج
سب تو اچھا، کچھ ۱۱۱، پے اب کھنکے میں جئے"

داری بھیری ہوتا دن ہاں کارانی کھنکی پے اور اس کی اس کا سوگن ہوتا دے پھن سے لوگن

اوس گھڑی کچھ دن ہاں گورانی کھنکی کے مانچے کا جڑ اور بھویں اور کھنکیوں کا پچھا تا اور کھرا بھکر ہا تا بھلا
گنک گیا تو رانی کھنکی ہاں سو گھننے لگی اور اپنی آنکھوں کو ایسا کر لیا جیسے کوئی کوئی او گھننے لگتی ہے۔ سر سے لگا پاؤں تک۔ داری
بھیری ہو کے کھوے سہا نے لگی۔ رانی کھنکی صحت سے دھنسی ہی فہس کے پکڑا ساتھ لے اٹھی۔ دن ہاں ہوئی:
"میرے ہاتھ کے ٹو کے سے دو ہی پاؤں کا جھلا ڈنگ گیا ہو گا۔ جو ہروں کے ڈھونڈھا ڈھونڈھ میں چڑ گیا تھا۔"
اسی دھنکی کھنکی کی چرٹ سے سوس کر رانی کھنکی نے کہا:

"کاٹھا ڈھونڈھ اور جھلا چڑا تو چڑا، پے گھڑی تو کیوں میرا چھلا ہوئی۔"

سراہتا رانی کھنکی کے جوبن کا

رانی کھنکی کا بھلا گنک۔ گھننے چڑھنے سے باہر ہے۔ دو دو بھونڈ کی کھپاوت اور چھوٹوں میں لالچ کی سادوت

اور کھلی چٹوں کی رونداہٹ اور لمبی کی نکاوت، دھڑوں میں مسیوں کی اوداہٹ اور اتنی ہی نکاوت سے ناک اور تھری
چڑھائی اور سٹیلوں کا گلیاں دینا اور جل جھلکا اور پرندوں کے روپ سے کر چھا لیں، مارے سے اوجھلنا، کچھ کہنے میں نہیں
آتا۔

سراہتا کنوری کے جوشن کا

کنور اورے بھان کے اچھے پن میں کچھ جل جھلکا، کسی سے ہون سکے ہوئے رہے۔ ہون کے لوہار کے
لوں کا سہا تا پن اور چال ڈھال کا اچھن بچھن، دھننی ہوئی کوئیل کے بھین اور کنورے کا گھڑایا ہوا جوشن، جیسے بڑے
تر کے برے بھرنے پرانوں کی گود سے سورج کی کرن نکل آتی ہے۔ کچھ روپ تھا۔ ان کی بھٹکی مسوں سے دس کا پکا
پڑا اور اپنی پر چھائیں دیکھ کر اکڑنا، جہاں تھاں چھالو تھی، لوں کا ڈول ٹھیک خاک، اون کے پانوں تلے جیسے دھوپ
تھا۔

دول اورے بھان کا سنگا سن پر پھٹنا

دول اورے بھان سنگا سن پر بیٹا اور ایہ صرا اور مردھ اندر اور جوگی مہندو گر جم گئے۔ دول کا پاپ اپنے بیٹے
کے پیچھے الالے، کچھ کھٹکھٹانے لگا اور تاج لگا ہونے لگا اور آخر میں جواڑوں کٹولے اندر کے کاٹاڑے کے تھے، سب
کے سب اس روپ سے چھت باغ سے قمر کا کیئے۔ مہارائیاں دونوں سو نہیں آہیں میں ملیاں چلیاں اور دیکھنے دیکھنے کو
کونھوں پر چٹوں کے کاڑوں کے اڑکوں میں آڈھیاں۔ ساجک، جھگیت، بھنڈا تل درمیں ہونے لگا۔ چتے راک اور
راگتیاں تھیں، ایکن کیاں، جھنجھلی، کاٹوا، کھنڈا، سٹنی، پرچ، بھاگ، سوہرت، کاکٹڑا، بھیروی، کھٹ لٹ،
بھیروں، روپ پکڑے ہوئے تاج کی کے جیسے گالے والے ہوتے ہیں، اپنے اپنے کھیں گے اور گالے لگیاں۔ اوس تاج
کا جو ہوا ڈاڑھ اودٹ کے ساتھ ہوا، کس کا منہ جو کہ سکے۔ چتے کے کٹو چھن کر تھے، ادھر چاس، دس دھام، کشن
نواس، اچھی بھون، چندر بھون، سب کے سب نے سے لپے اور سچے مستوں کی مہاریں اپنی اپنی کانٹھ سینے ہوئے ایک
بھین کے ساتھ حوالوں کے روپ سے مجموعہ بھون بیٹنے والوں کے منہ پر جم رہے تھے۔

پچھن، سچ ہون سب گھروں کے ایک آری دھام ڈال تھا، جس کی چھت اور کواڑ، اور آٹھن میں آری چھت
کھیں گھڑی اچھت کے پٹ ایک اچھی کے پار سے بھڑکی۔ چاندنی کا جڑا پہننے ہوئے چودھویں رات جب گھڑی چو
ایک دھگی، جب دھانی کھٹکی سی دھن کو دس آری بھون میں بیٹا کر دول کو بڑا بھیا۔

کنور اورے بھان کھیا ڈا ہوا سر پر کٹ دھرے سوا باغ سے، اسی تروارے اور شکست کے ساتھ چاند سا

کھڑا لے ہوئے ہا پہنچا۔ جس جس ڈھب سے ہامن اور پڑت کچے گئے اور جو جو مہاراجوں میں رہتیں، جلی آتیاں
تھیں، مادی ڈول سے مادی روپ سے بھڑکی گئو جو اسب کچھ ہو گیا۔

دو سچا پٹا بولی کے

اب اوے بھان اور رانی کنگی دونوں لے
آس کے جو پھول کھلائے ہوئے تھے، بحر کھلے
بھن ہوتا ہی نہ تھا، جس ایک کو اویں ایک دن
رہنے پہنے سو گئے، آپس میں اپنے رات دن
اے کھلاڑی! یہ بہت تھا کہ نہیں تھوڑا ہوا
آن کر آپس میں جو دونوں کا گھ جوڑا ہوا
پاہ کے ڈوبے ہوئے، ارے میرے راتا، سب قریں
دن بحر سے جیسے انہوں کے ایسے اپنے دن بحر میں

دو اوڑن کھولے والیاں جو اذھر میں جھت ہانے ہوئے قمر دی تھیں، بحر بحر بھولیاں اور مٹیاں
ہیرے اور سو تپوں سے چمکا اور کرنے کے لیے اوڑن آتیاں۔ اوڑن کھولے جوں کے قوں اذھر میں جھت ہانے ہوئے
کھڑے رہے۔ دولہ دلہن پر سے ساتھ ساتھ ہیرے داری پھیری ہوتے ہیں۔ ہیں ہیں گیان اور ادان سمجھوں کنگی ہی
گنگ گئی۔

دلہا اندر نے دلہن کی منہ کھائی میں ایک ہیرے کا اکڑال بچھ رکھت اور ایک چڑھی بکھراج کی دی اور ایک
پارہات کا چودھا جس سے چو پھل مانگے، سو ہی لے، دلہن کے سامنے لگا دیا اور ایک کام زمین گانے کی پٹھیا بھی اویں
کے نیچے ہانہ دی اور انکس لوٹ پاس انکس اوڑن کھولے والیوں سے مٹن کے ابھیں سے ابھی تھری گئی، مہا چیاں، سیتی
پوچھاں، بکھوڑے بکھوڑے نہیں اور انکس کہہ دیا:

”رانی کنگی جھٹ اون کے دولہ سے کہو بات جھٹ نہ دیکھو۔ تمہارے کان پہلی سے سروڑے دیتا ہوں۔

نکھر تو سب کی سب چمکی سو تپوں میں ہاؤ گی اور اپنا کیا پاؤ گی۔“

اور مسائیں مہندر گرو تھی نے ہان تو لے پاؤ رتی جو پٹنے میں ہاوس کے انکس، پٹنے آگے رکھ کے کہہ:

”یہ بھی ایک تھیل ہے، جب چاہیے تو بہت سا چاہا گلا کے ایک اتنی ہی چنگی چھوڑ دے گا۔ لیکن ہو جائے

اور جوگی نے یہ سبھوں سے کہہ دیا:

”جو لوگ ان کے چاہ میں جاگے ہیں ان کے گمراہوں میں چالیس دن چالیس رات سونے کی نذر میں کے روپ میں نہیں برس اور جب تک تجھی کسی بات کو بھرنہ ترسیں۔“

تو لاکھ ٹاؤں گائیں سونے روپے کی سنگوٹیوں کی، جڑاؤ کہتا پہنے ہوئے، تھکڑا بھجھتا تپاں ہاتھوں کے دان ہوئیں اور سات برس کا پیرا سارے راج اک چھوڑ دیا۔ ہاتھس نے ہاتھی اور چھتیس نے اونٹ لہے ہوئے روپوں کے لٹا دیئے۔ کوئی اس پھیل بھاڑ میں دو نوراج کا رہنے والا ایسا نہ رہا جس کو گھوڑا جوڑا، روپوں کا توڑا، سونے کے جڑاؤ کڑوں کی جوڑی تلی ہو۔

اور مدن بان بھٹ دولہا بہن پاس کسی کا ہواؤ نہ تھا جو مدن چائے چلی جائے، مدن چائے دوڑی آئے تو وہی آئے اور ہنسائے تو وہی ہنسائے۔

رائی کنکھی کے پیڑے کو ان کے گورادے بھان کو ”گور گور رائی“ کہہ کے پھارتی تھی اور اسی بات کو سہ روپ سے سنواری تھی۔

دو چاہی بولی کے

گم رہا جس مات انہوں کا، جب مدن بان اوس گمڑی
کہہ گئی دولہا بہن کو ایسی سو ہاتیں کڑی
ہاس چا کر کھڑے کی کنکھی کا جی کہو
تج ہے ان دلوں جنوں کو اب کسی کی کیا پڑی
بہن نے اپنے گمراہ سے کہا:

جی میں آتا ہے حیرے ہونٹوں کو مل ڈالوں ابھی
مل ہے اے مڑی، حیرے دانتوں کی منہ کی دھڑی



فرہنگ

مرتبہ

عمر اکرام چغتائی

آ

آہنسنے ہی آہنسنے۔ مجبور اور جبراً کسی کو خوش کرنے کے لیے اس کی تعریف کرنے کے موقع پر کہتے ہیں۔

آٹھ پہرا آٹھوں پہرا آٹھوں پہرہ جیسوں گزری۔

بروقت، بر وقت، دولت دان۔

آدھ فٹن۔ برہما، سوتیل کی درجہ یا درجہ۔

آدھس / آدھل۔ تقسیم، سلام، آداب (جوگیوں اور فقیروں کا)

آدھ۔ آواز۔ غر۔

آدھکتا۔ آجاتا۔

آدھی بھون / آدھی دھام۔ فٹن گل، آئینہ خانہ۔

آگے سے۔ پہلے سے۔ ابتداء سے۔

آگسوی / آگسوی چھاتا۔ (کسی) آگسوی کے قطرے بگول میں بھر جاتا۔

آگسوی چھاتا / آگسوی چھاتا۔ تسلی دینا یا ہونا، دیکھا سار جانا، احاسن بندھنا۔

آگہ لہر کر دیکھنا۔ بری نظر سے دیکھنا، نیرنگی نظر سے دیکھنا، گھور کر دیکھنا۔

آگہ لہا جانا۔ عشق ہو جانا فریفت ہو جانا۔

آگہ لہا / آگہ لہا / آگہ لہا۔ بچوں کے ایک کھیل کا نام مقامی میں "سرماتک و چٹم بندک" کہا

ہوتا ہے۔

آگھوں سے اور گھل ہونا۔ غائب ہونا، چھپ جانا۔

آگھوں سے ملنا۔ عزت دینا، احترام کرنا۔

آگھوں میں آنا۔ خیال یا دھیان میں آنا۔

آگھوں میں بھرتا۔ بار بار یاد آنا، خیال لگا رہنا۔

آگھیں بے ڈول دکھائی دینا۔ نظریں جلی ہوئی معلوم ہونا۔

آگھیں بھارتا۔ آگھیں ملانا، آگھیں نہانا۔

آگھیں ملا کے دیکھنا۔ آگھیں سامنے کر کے دیکھنا۔

آگھیں ملنا۔ فرط محبت سے کسی چیز سے آگھیں مس کرنا۔

آگھیں کرنا۔ سوچ کرنا، خوشیاں منانا۔

آگھت۔ عزت، قدر، منزلت، تعظیم۔

آگھاؤ۔ شرمی، تجزی، بھرتی، چاہل پناہ، چلت بھرت کا اعلان۔

الف

اوجھت۔ جگہ، بھائی، بغیر، دھمکی، دھمکی۔

اچن / اچن۔ بڑا کچھڑا، ہلائی، اسٹرکاری۔

اکھا سکھنا۔ عہد جوانی، ماضی کے دن۔

اچھرا۔ اندھیا میں رہنے والی ہری اچھرا۔

اچھا کیا آپ پاتا / اچھا کیا پاتا۔ اپنے کیے کی سزا بھگتنا، ندامت اٹھانا۔

اچھی ہی کرنا۔ حق، انصاف کو پیش کرنا۔

اچھی گن / اچھی گن (اچھی گن)۔ اپنی حیثیت کے مطابق اپنی کامیابی کرنا۔

اچھے آپ میں پھولا دھانا۔ یاد کرنا، فکر کرنا، بہت غور کرنا۔

اچھے پرانے۔ دوست، دشمن۔

سے چرئی تک۔

اکڑ نکلو۔ فرور، سمندر، آن بان، دیا گین، جوش، دستک۔

اکھٹا۔ اکھٹا، اپنے والدین کا ایک ہی بیٹا، بن بھائی بن بن کا۔

اکھوٹی۔ اکھٹی، اپنے والدین کی ایک ہی بیٹی، بن بھائی بن کی۔

اکھاڑا۔ سریدل کا گردہ، بیٹڑ، اجڑا، راجا اندر کے درباری۔

اکھا کرنا۔ تلی بوجا، دلا سدا۔

اکھا / اگلی / اگلے۔ ۱۔ گزشتہ، پہلا، حقدم۔ ۲۔ بڑھ چڑھ کر، برتر۔ ۳۔ فریق جانی، بالفاظ۔ ۴۔ پرانا، سابق۔

آجھی سگھی۔ چھینہ، بچہ در بچہ۔

الھوئے دان، کم سن، سادہ مزاج، نا تجرب کار۔

الھوین / الھوینا۔ سادگی، نادانی، بھول پن، کم سنی، لا باہلی پن۔

امری۔ آم کا پلڑ۔

امریاں۔ آموں کا پانچ۔

ان بھوہا / ان بھوہا۔ بے سوراخ، بن پڑا۔

انٹی۔ انٹیوں کا درمیانی فرق، چھینٹا، گھائی، چھانے یا کاٹنے میں کرنے کی جگہ۔

انٹیوں میں کرنا۔ دھکا دینا، اڑانا، چھپانا۔

آنکھیں کرنا۔ سر ملانا۔

اٹھو۔ بندوڑی کے ایک مشہور بوج کا نام۔

اٹھو اسنہ۔ راجا اندر کا تخت، اندر سہا۔

اٹھو کا اکھاڑا۔ راجا اندر کی سہا یا محفل، جس میں ادب و نشاط پانچنے کا تہ رہے ہیں۔

اٹھو لوگ۔ پرستار، بہشت، اندر سخا۔

اٹھو میری کاٹھری۔ تاریک مکان، (مراد) قید خانہ۔

اٹھوٹری۔ بیاری اور فرہم صورت آنکھ۔

اٹھوڑا۔ گھڑائی لینا۔

اٹھوڑا چھانا۔ انٹیوں کی حرکت سے اپنی بات میں دزن پیدا کرنا، ناچنے یا گانے میں انٹیوں کے اشاروں سے گیت کے الفاظ کا روپ دکھانا۔

اٹھی کے چھوٹے بھڑے، تھوڑا سا معمولی۔

اٹھی میں ڈالنا۔ اٹھی میں پھنسا۔

اٹھوٹی پھٹنا۔ بطور تانی کسی کے ہاتھ کی اٹھی میں اپنی انگریزی ڈالنا۔

اٹھوٹیاں بھر بھر کرنا۔ شادی کا پکودہ کرنا۔

اٹھوٹی کرنا / آٹھ کرنا۔ حرے اڑانا، پیش کرنا، جین سے بھر کرنا۔

اٹھو۔ بے شل، بیکہ۔

اٹھوٹا۔ نیر میں بھرا ہوا خراب آلہ۔

اٹھوڑا اٹھوڑا۔ جوانی، شباب، اٹھوڑا، اٹھوڑا، جوش۔

اٹھوڑا اٹھوڑا۔ جوش میں آنا، اٹھوڑے تھوڑ کرنا۔

اٹھوڑا اٹھوڑا / اٹھوڑا اٹھوڑا۔ گھبراہٹ۔

اٹھوڑا اٹھوڑا / اٹھوڑا اٹھوڑا۔ خوشبو دار مسالے سے تیار کردہ تیل اور تھن کا مرکب، جسے دولہا دلہن کے جسم پر شادی سے پہلے خوشبو اور تر ماسٹ کے لیے ملا کرتے ہیں۔

اٹھوڑا دینا۔

لوٹ کرنا۔ پردہ کرنا، آنکرنا۔

اوشق ہوئی کوئیل، اوشق کوئیل۔ اوشق جرائی، نوجوان،

جرائی کا آثار۔

اوچال۔ روشنی، روشنی، نہایت۔

اوچیل، اوچیل۔ روشنی، اچال۔

اوپچک، آپچک۔ اچکا، چک، اٹھائی کیرا۔

اوداھٹ، اداھٹ۔ چلاھٹ، اوداھٹین۔

اودھلا، اودھلا۔ آپے سے گزروا، جوشِ مستی میں آپے

سے باہر ہونا۔

اودھو۔ کرشن کے ایک نہایت گہرے دوست کا نام۔

اودھن گھائی، اڈان گھائی۔ دھوکا، فریب، دھوکے

کے سچ کی جگہ میں کوڑی یا گولی رکھ کر چھانے کی

حالت۔

اودھ، دیگر دوسرا۔

اودھ، کر، لیکن۔

اودھ، دوسری، دیگر، غیر دوسرے، چائے، دیگر چیز۔

اودھ، حریف، زیادہ، اس کے علاوہ، اس کے سوا۔

اودھ، صرف، فقط۔

اودھ، اگر۔

اودھ، اس پر، حریف۔

اودھ، بلکہ۔

اودھ، بیشتر، بے شمار، بہت زیادہ، طرح طرح کی۔

اودھ، حب سے۔ بڑے طریقے سے، بڑی فکر سے، غلا

انداز سے۔

اودھ، دوسرا، دیگر۔

اویں چہ چاہا۔ شرمندہ ہونا، بچھ چاہا، ڈامسیدی غالب آ

چاہا۔

اویں چھانا، ترتر ہونا، لم ہونا۔

اوکت، آکت۔ نئی بات، دانوکی بات، تذکرہ، حکمت۔

اویسلا، سلیم، اویسلی، سلیم۔ بے ترتیب، عجیبہ، الٹا

سیدھا، سیم، سچ، سچ، سچی دار۔

اوتھیں چھانا، اٹھیں چھانا۔ جوش و دھول، ہیرا، شوق کا

قہر کرنا۔

اوتھیا چہ چاہا۔ بلند مرتبہ ہونا۔

اوتھیا چہ چہ چاہا۔ مروج حاصل کرنا، برقی کرنا، دولت

مند ہونا۔

اوتھنا، نیند میں بہنے لگنا، خواب، اودھنا، چمکی لگنا۔

اوتھیاں چھانا، اٹھیاں چھانا۔ نکل، اتارنا، پھیلنا، پھوٹنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا۔ اوتھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

اوتھیا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا، اٹھنا۔

گھاگ ہے۔

ایک سے ایک۔ بہتر سے بہتر، حسین سے حسین تر۔

ایمن گویاں۔ ایک راگنی کا نام، جو ایمن اور گویاں راگ

کی آمیزش سے بنتا ہے۔

پ

باپ دادا۔ بزرگ۔ بڑے بڑے، آقا دادا۔

بات۔ کام، خواہش، آرزو۔

بات۔ قصہ، کہانی، داستان۔

بات آنا۔ شادی کا سوال پڑنا، رشتے کا سلسلہ چلنا۔

بات چٹکا۔ بات کا چشیدہ رکھا جانا، بات بھسم ہونا۔

بات ٹھہرانا۔ ۱۔ جو بڑ قرار پانا، کسی امر کا حقین کرنا۔ ۲۔

نسبت کرنا، منطقی کرنا، درست کرنا ہونا۔

بات چھٹا۔ ۱۔ ٹھنکو، گفت و شنید۔ ۲۔ تعلق، رشتہ، لگاؤ،

میل، جمل۔

بات کی بات میں۔ آناٹا ناٹورا، جلد، ذرا دیر میں، جلد ہی،

چشم زدن میں۔

بات کاٹنا۔ بات تسلیم کرنا، راضی ہونا۔

بات صوبی ہونا۔ سامنے کہنا، مدد ہو کر بات کہنا۔

بات (باتی)۔ وہ ہونا۔ کہی ہوئی بات کو جان کرنا،

(مراد) آپ جانتی کہنا۔

باتیں آنا۔ رشتے آنا، شادی کے بیچ آنا۔

باتیں سلھانا۔ فیصلہ کرنا، معاملہ چھٹا کر رفع کرنا۔

باتیں کھولنا۔ راز ظاہر کرنا، بھید کھولنا۔

بارلو۔ دشمن کا قیصر، مظہر، جو سر کی شکل میں ظاہر ہوا تھا،

سور۔

باس۔ خوشبو، مہک۔

باسو۔ ۱۔ بیٹھنے کے مشہور اور پہاڑ خانہ کا ایک

راہا۔

باسن۔ برتن، بھانڈا۔

باگا۔ دولہا کا جڑا، چٹاک۔

باگیر۔ ایک راگنی کا نام۔

بال بال کچ (کچ)۔ سوتی پودا۔ خوب آراستہ، جوان

کرنا، کھل طور سے آراستہ کرنا۔

بال بکا نہ ہونا۔ صدمہ نہ پہنچنا، نقصان نہ ہونا، کچ

سلامت ہونا۔

بالی۔ چھوٹی لڑکی، کم سن۔

باسن (باسن)۔ پردہ پوش، ہڈت، مخا، ان کا گرو۔

بادن۔ ہونا، بھگنا، دشمن کا ہاتھ ادا کرنا۔

بادن توڑے پاؤ رتی۔ طم کھانا کی ایک اصطلاح، عمدہ،

جوں کا توں، (مراد) ناقص ہونا۔

بادن مہاپ۔ دامن روپ، دشمن بھگوان کا ہاتھ ادا کرنا۔

باؤ۔ ہوا، ہوا۔

باؤ بھک۔ غرور، خود بائی۔

باؤ کی گھوڑے کی پیچھا لگنا۔ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونا،

بہت جیڑی سے روانہ ہونا۔

باؤلی۔ چالاک، ہنر، مکار۔

باؤلی چڑا۔ نادان، سادہ حراج، نا تجرب کار، کم عقل،

مکار۔

باہر کی بولی۔ غیر مکی زبان۔

انک انا جاتا ہے۔

نہیں۔ جنگل، صحرا، پہاڑیاں۔

ہن، بغیر، بجز، سوا۔

نہیں آتا۔ ممکن ہوتا۔

ہن مانگے تانگے۔ بلا طلب، (مراو) چل دی، غوراً۔

جاسکتی۔ بات، جڑی بوٹی، سبزی، گھاس، پھوس۔

جاتا۔ پیدا کرنا، تخلیق کرنا۔

جانے والا۔ پیدا کرنے والا، خالق۔

جادی، آرائش، سجادت، شیپ، ٹاپ۔

جایا ہوا۔ پیدا کیا ہوا، مخلوق۔

جانی ہوئی بات۔ سمجھی بات۔

ہن جیالی، کھواری، جس کا پیادہ ہوا ہو۔

بھدراہن۔ طبعِ شہر کے ایک مشہور شہر کا نام، جہاں سری

کرشن نے اپنی ایلادوں یا کرشنوں کا مظاہرہ کیا تھا۔

بھدی، لوہڑی، کبیر، مٹاؤ۔

بھدھ۔ (مراو) کلام، لوہڑی۔

بھرمین (بھگن) دادہ۔ آم کے پتوں اور مختلف پھلوں اور

پھلوں کا ہار جس کو خوشی کے مواقع پر وردہاؤں پر

باندھا جاتا ہے۔

بھرموں، لوہڑیاں، کبیریں۔

بھمی بھٹ۔ بندراؤں میں برنگہ کا وہ درخت جس کے پتے

سری کرشن بھمی بھایا کرتے تھے۔

بڑھا گھاگ۔ تجربہ کار، بڑھا، بڑھا حارثاٹ۔

بڑھا جاتا۔ بات چیت کرنا، گفتگو کرنا۔

بڑا بکھڑا۔ ایک قسم کی آتش بازی، ہوائی، گولوں میں

سے نکل کر فضا میں پھٹنے والا پتھر، جو مختلف رنگ

اور شکل کا ہوتا ہے۔

بولیاں، ٹھولیاں مارنا۔ ٹھٹھٹے دینا، آوازے کھنا، مذاق

ازدنا۔

بھاگ (بھاگ)۔ ایک راگ کا نام جو آدھی رات کے

بعد گایا جاتا ہے۔

بھلانا پھلانا۔ سمجھنا، درکشی کرنا۔

بھاجنا۔ شادی بیاہ کرنا۔

بھاتے چھٹ۔ شادی کرانے کے لیے جانا، بارات لے

کر جانا۔

بھٹنا۔ درپیش ہونا، گزرنے۔

بھٹا کرنا۔ چٹا کرنا، کسی کو گولہ لہنا۔

بھٹھٹھٹا۔ اصرار، دھرمبول، بے ترتیب۔

بھٹے بھٹے۔ اچانک، بھانک، بھانک۔

بھٹھٹھٹھ۔ بے خوف، بے تکلف۔

بھے لول۔ دھما، بھونڈی، برے حال، بے لاشکے پن

سے۔

بھے سرف۔ بے ترتیب، بغضول، بھلو۔

بھے سرفی۔ بے موقع، اختلاف کا سہرو۔

بھڑا بھڑاٹا۔ عہد کرنا، عزم کرنا، ٹھاننا، تہیہ کرنا۔

بھگ۔ بھگتی، بے تراسی۔

بھگن۔ ستار یا مٹی کی قسم کا ایک پا جاتا ہے جس سے دھواؤں

سے بھایا جانے والا سار۔

بھاکھا، بھاشا، بھاکا۔ زبان، بولی (مراو) شکرک

لہان۔

بھاگتا ہے۔ شکرست آمیزی، شکرست پین۔

بھاگ۔ قسمت، نصیب، مقدر۔

بھاگ۔ پھٹا، بھلا گیا۔

بھاگ۔ سزا، اقبال، سوانح، بھرنے والا۔

بھاگ بھاگ۔ غرور، گھمنڈ، خود ستائی۔

بھاگ بھاگ۔ کیفیت، حالت، ذرت کاری۔

بھاویں۔ توجہ، دھیان، دھڑ، (بھاڑا) پھندہ۔

بھبھاس گر۔ دھاس، ایک راک کا نام جو جنگ کے وقت گایا جاتا ہے۔

بھبھوت، بھبھوت۔ شیو کی سورتی کے سامنے بٹنے والی آگ کی راکہ جو جنگی اور سیاسی اپنے جسم پر تلے ہیں۔

بھٹکا۔ سرگرداں، بھرا۔

بھگن۔ بھجا، مہادت، احمدیہ فرقہ جس میں بھگوان یا کسی دینی داعی کی تعریف کی گئی ہو۔

بھرتی۔ ایک مشہور قراقرم نویس اور شاعر (بھرت ہری)۔

بھرتا۔ پارکنا، بھل کرنا۔

بھری بھرتی، بھرا بھرتا۔ لہاب، لہجہ، بھری ہوئی، بھرا، سرسبز، شاداب۔

بھڑک۔ چمک، روشنی، حیرت، وحشت۔

بھگت، بھوڑا، بھگت، بھوڑی۔ بھگن کو ظاہر کرنے والا، مذہب، دھن کو ظاہر کرنے والا۔

بھگت، بھوڑی، بھرتی۔ عمل کا توسیلی نام، ایک قسم کے جاپ کا نام، بھرتی نام۔

بھگت۔ سوانحی، بہرہ ویا، گویا۔

بھلا۔ ا۔ کیا بھال، کیا مقدور۔ ۲۔ بھلا، بھلا، ہاں،

اچھا۔ ۳۔ نیک، شریف۔ ۴۔ ایک گھڑا۔

بھلا بھلا۔ چھوٹا، معلوم ہوتا۔

بھلا اور فریب۔ مصلحت، بہکار۔

بھلا دے میں ڈالنا۔ فریب دینا، بھانسا دینا، دھوکا دینا، بہکانے میں لانا۔

بھڑتال۔ بھارتوں کا ایک مخصوص گیت جو تالیاں بجا بجا کر گایا جاتا ہے۔ ایک قسم کا ناچ جس میں تالیاں جیتی جاتی ہیں۔

بھوت۔ شیطان، بھیت۔

بھولیا، بھولیا۔ چھوٹا، بھولائی، بھولائی۔

بھوان۔ مقام، گھر، محل، دینی کا استھان۔

بھوانت خانہ (مراد) چھپا ہوا خزانہ۔

بھوڑی، بھوڑے، بھوڑا۔ پکر، پھیرا، شادی کی رسم جو ہندوؤں میں پھیرے کہلاتی ہے۔

بھیا بھوا۔ بھیر، رسول۔

بھید پانا۔ دانا، معلوم ہونا، خفیہ بات کا پتہ پانا۔

بھیروں۔ چھوڑوں میں سے ایک راک۔

بھیروی۔ بھیروں راک کی پانچ راگنیوں میں سے ایک راگنی کا نام۔

بھیل بھاڑ۔ کھڑ، بہتات، زیادتی، مجمع، جمعیت۔

بھیل بھلا۔ بھیم، بھیل، بھیل، دانا، دانا، بھیل، بھیل۔

بھیل بھیل۔ بھیر، آواز ہونے کی کیفیت، وحالت۔

بھیتا۔ بھلا، بھیل۔

بھیجا بھیجا ہیں۔ لطافت، ہلکا پن اور شوہر کا سونہ حایین۔
بھنے / بھنی / بھنکا۔ ہوئے، ہوئی، ہوا۔



پانی۔ گھبراہ، (ہارنا) بد معاش، بدنگ۔

پاٹ۔ برک، دھکا۔

پاٹ۔ دروازے پر ڈالنا۔

پارٹی۔ پارٹی، ہال، پہاڑی دختر کا نام۔ بندوقوں کی
ایک دھڑی کا نام۔

پار جات کا پودھا (چوڑا)۔ ایک مقدس درخت کا نام جو
بہشت میں اندر کے اندر ہی پائے جاتا ہے۔

پان۔ پان سے مشابہ ایک قسم کی آتش بازی۔

پاؤں پر گر پڑنا۔ قدموں پر سر رکھنا، خوشامد کرنا۔

پاؤں پر گرنا۔ قدم بڑی کرنا، نہایت تقسیم سے چلنا آنا،
اصول مندئی کا اظہار کرنا۔

پاؤں چڑنا۔ خوشامد کرنا۔

پاؤں پر چڑنا۔ احترام کرنا، پابندی کرنا، ملائی پر مشتمل سمجھنا۔

پاؤں تھکے ہونا۔ تالخ ہونا، مطیع ہونا۔

پاؤں رکھنا۔ آغا زکر، داخل ہونا۔

پکا کھانا۔ پتہ چلنا، پھید کھانا۔

پکر۔ روٹی سونے یا نمی دھیرہ کی پرت۔

پکلا۔ سورت، بھس۔

پکری کی خورشت بن جانا۔ (اساطیری کہانیوں کی ایک سزا)
کسی لفظ کی بنا پر جسم کا چرہ بن جانا۔

پتہ کھولنا۔ دل کی بات بتانا، پھید کھولنا، منہ کھانا کرنا۔

پٹ / پٹکھ۔ آئینہ، عیوض، طواغیت، بیل۔

پٹے پھوٹا۔ آتش بازی پھٹنا۔

پٹک ہانا۔ حوالے کرنا، شادی کرنا، بھاڑ کرنا، پھینک
دینا۔

پٹکھ۔ ہا پڑا پٹا۔

پٹھیا۔ کٹیا، بچھیا۔

پٹھیا۔ پٹھم ہونا، برداشت ہونا، (مراد) کر نچیدہ ہونا۔

پٹھنی۔ نہایت بڑک اندام اور خوبصورت عورت۔

پ۔ لیکن مگر۔

پہاڑا دھرا۔ بڑی عمر کا آدمی، پیر، رئیس۔

پہ چڑانا۔ شک، ہونا، پھوڑی دھانا۔

پہنچ۔ چھتیس راغنیوں میں سے ایک راغنی کا نام۔

پہنچا رام / پر شو رام۔ دشنو کا وہ روپ جو اس نے دنیا میں
آنے کے لیے اختیار کیا۔

پہلوا / پہلوا۔ ایک قسم کا ناچ، لڑائی کی قسم کا ناچ۔

پہلے۔ دور، اوپر، اگلی صف پر۔

پہلوا کھانا۔ تقسیم یافتہ، طواغیت۔

پہلوت کرنا۔ رو کرنا، منتظر بن جانا، جاوڑ کا تھوڑ کرنا۔

پہل جانا۔ دب جانا، ٹپکل جانا، درگزر جانا۔

پھوٹنا۔ ترس کھانا، رجم کرنا، نرم پڑنا۔

پھانسی دینا۔ اطلاع کرنا، چاہنا، روٹی کرنا، اطلاع دینا۔

پھانسی دینا۔ کھانا تیار کرنا، کھانا پکانا۔

پھانسی۔ عیار، گھاگ، چالاک، بھراقت۔

پھراچ۔ زبرد، ایک قسم کا طوطی رنگ میں قیمت

بھراچ۔

بکھروں۔ محمود قسم کا پان، محمد دینا، سونے چاندی کا درق۔

پٹھالا۔ نہ ہنسا۔ پیچھے نہ جانے والا۔

غصیری۔ چانچ سیرکات (یہاں غصیر ہوا سخی بہت،

لا تعداد، بے شمار)

ہمت۔ لڑاکا لڑنے۔

چشمی۔ کتاب، بکاش۔

ہوا، ہوا، ہوا۔ اگلی کی کر، دو گانوں کے درمیان کا

حصہ۔ اگلی کا جوڑ۔

پھاڑی۔ دھن کی کوہ، پھاڑ کے نیچے کامیوان، وادی، پھاڑ

کی تہیں۔

ہوا۔ محبوب، محبوب (یعنی محبوب خدا)

بیت میں بات نہ کرنا۔ بات چھپانہ سنا، بغیر کہے نہ رو

سکتا۔

چنہ۔ پیچھے، پشت۔

چنہ لگانا / چنہ لگنا۔ سوار ہونا اور پیچھنا، چنہ پر چڑھنا۔

چھپالا۔ پیچھے نہ جانے والا، سنانے والا، کچھ لگو، ساتھ لگا

رہنے والا۔

پیچھے۔ ۱۔ تعاقب میں۔ ۲۔ بعد میں۔ ۳۔ بعد، چنہ

پیچھے۔ ۴۔ پیچھے۔

پیچھے نہ تعاقب کرنا، پیچھا کرنا۔

پیچھے لگ جانا۔ ہر وقت ساتھ ساتھ قدم پر دلی کرنا۔

چوکی۔ کسی لڑکھوئی، چوکر، چوکی کی کھوئی۔

چوسا۔ (پھاڑ) پر چلنے۔

چٹکیں چھانا۔ چھوٹے میں چھوٹا کرنا، چھوٹے کا لہا

چھوٹ کر لینا۔

پھ

پھانس۔ زار، مذاپ، جہاں، غفلت، کھٹکا، اندیشہ

پھانس ہونا۔ چھٹنا، تکلیف دہ ہونا۔

کھین۔ سہاوت، خوش لمائی، زینہ کش، خوش صورتی۔

مکھت۔ کس کیلے، تہا، بیکل۔

پھنے سونہ (سونہ)۔ کڑے نرس، مکھت، بھنت، جھو۔

پھراٹا۔ دابھی آٹا، لٹو۔

پھرا پھرا۔ گھومنا، باہر باہر چھٹنا۔

مکھڑے۔ خوراک، جلد، جلدی سے۔

پھل جھڑی۔ آتش بازی کی قسم سے چھڑانے سے آگ

کے پھول جھڑتے ہیں۔

پھلاری۔ گھڑا، چمن زار، پھستان۔

پھللی۔ خوشبودار چل۔

پھٹکا چٹکا۔ چھٹنا، چھٹنا، چھٹنا۔

پھٹک / پھٹک۔ درخت کی چٹائی، درخت کا بالائی

حصہ۔

پھونکا۔ پھا ہونا، اگک ہو جانا۔

پھونڈا۔ غار کرنا۔

پھولوں کی جھڑی۔ شاعر گل۔

پھولے نہ کھانا۔ نہایت خوش ہونا۔

پھونک دینا۔ نڈر آتش کر دینا، جلا دینا۔

پھیر۔ فرق۔

پھیری۔ ایک سو آٹھ پھل وغیرہ کا پھلور خواب صدق

آٹھ۔

ث

ٹاٹا دھن کرنا سوور کرنا۔

ٹاٹھٹا۔ آج اس کرنا دھوتی وغیرہ کو سوتی تے سے کسی چیز

پٹا گاتا۔

ٹپکا۔ ٹپکانا آسم جواز خود ٹپک پڑتا ہے۔

ٹپک پڑتا۔ آدھسکتا آجاتا پچھتا۔

ٹپکے کا اور ہے آفت اور مصیبت آنے کا خوف ہے۔

ٹٹی۔ ٹٹائی بیاہ کے موقع پر گھٹوں پر جھانے ہوئے

پھول۔

ٹٹاٹھا۔ منہ پر لیرا، ہچید لیرا، حاش کرنا، ڈھونڈنا۔

ٹٹڑی۔ ایک قسم کا پردہ کھڑا۔

ٹک۔ لڑا۔

ٹوڑی (ٹوڑی)۔ سپردان راگ کی ایک راگنی جسے بھیرو

راگ کی زمرہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

ٹھوکا (ٹھوکا)۔ دھکا، اشارہ، (ہماز) ضرب یا چوٹ،

صدمہ۔

ٹھوکا کھانا۔ ٹٹلیرا، چڑکھانا۔

ٹھیسو۔ پاس کا پھول، جس سے زرد رنگ حاصل ہوتا

ہے۔

ٹھ

ٹھاٹھا (ٹھاٹ)۔ اسباب، دھوم دھڑکا، ہنگام، شان و

شرکت۔

ٹھاٹھا یا ٹھٹھا۔ جنگ کی تیاری کرنا، صف آرا ہونا، شان

و شرکت کا ہونا۔

ٹھاٹھ کرنا۔ انتظام کرنا، تیاری کرنا، پیش کرنا۔

ٹھاٹھ۔ رام چندر دوجیا، بھگوان، (ہماز) سردار۔

ٹھان لٹا۔ پکارا، دکر لٹا، نسبت کر لینا۔

ٹھاٹھا۔ ارادہ کرنا۔

ٹھٹھوٹی کرنا۔ مذاق کرنا، کھینچ کرنا، فحش مذاق کرنا۔

ٹھٹھڑی کھینچانا۔ ٹھٹھڑی ہلانا، (سراو) کتا زرد انداز دکھانا۔

ٹھٹھس ہانا۔ آنا جانا، داخل ہو جانا۔

ٹھٹھٹا۔ جگہ، مقام، مگر، تیار، نگاہ۔

ٹھٹھٹا ٹگ جانا۔ پتہ ٹگ جانا، پتہ بھل جانا، سراغ مل

جانا، کھوج ملنا۔

ٹھٹھٹا ٹٹھٹھٹا۔ پتہ نہ چھٹنا، سراغ نہ ملنا۔

ٹھٹھڑی ٹھٹھڑی چھڑاکی۔ خاموشی سے، چپ چاپ، بے

چلن، درجہ۔

ٹھٹھڑی ٹھٹھڑی چھڑاکی چلے جانا۔ دھنچ ہو جانا، خوش خوشی

بھل جانا، جان بچا کر روانہ ہو جانا۔

ٹھٹھڑی ٹھٹھڑی سانسیں بھرنا۔ آہر دہرنا۔

ٹھٹھڑی سانس۔ آہر دہرنا۔

ٹھٹھڑی سانس بھرنا۔ آہر دہرنا، افسوس کرنا، افس کرنا۔

ٹھٹھڑی سانسیں بھرنا۔ اوپر کا سانس کھینچنا، ہانکے کرنا۔

ٹھٹھ۔ جگہ، ٹھٹھٹا، مقام۔

ٹھٹھ رہنا۔ ٹھٹھٹے ٹگ جانا، (کھلیٹ) نہ پھینا، برہادر

ہو جانا۔

ج

جات۔ بھل، ٹھٹھ۔

(جی) اکٹھا کرتا۔ (دل کو) آپس دیتا۔

جی ہوا ہوتا، جی گھبراتا، دل گھبراتا، دل پریشان ہوتا۔

جی پر آتا۔ دل میں خیال پیدا ہوتا، ذہن میں آتا۔

جی ترختا۔ خواہش مند ہوتا، غلام ہوتا۔

جی ٹھہرتا۔ طبعیان ہوتا، ڈھارس ہوتا، دل کو سکون ہوتا۔

چیتے اور مرتے۔ زندگی میں نیز مرنے کے بعد، ہمیشہ

مدا۔

چیتے جی۔ زندگی میں، زندگی بھر، حیات، عمر بھر۔

جی جاتا۔ مرجاتا، جان جاتا۔

جی چاہتا۔ دل چاہتا، خواہش ہوتا۔

جی چلا۔ بہادر، دلیر، بخلا۔

جی دانا دیتا۔ زندگی عطا کرتا، جان ڈالتا۔

جی نہ چاہتا۔ دل کو پسند نہ آتا، دل خوش ہوتا۔

جیسا منہ دیکھی تھی (جیسا تھیڑا)۔ جو شخص جس

دکھتی ہوتا ہے اس سے یہی ہی سلوک کیا جاتا ہے۔

جی کاٹنا۔ خوف، مظلوم ہونا، چور سے خوف یا اندیشے

کے آثار نمایاں ہونا۔

جی کا کاٹک۔ جان کا دشمن، جانی دشمن، جان کا بھری۔

جی کا کاٹک ہوتا۔ جان کا دشمن ہونا، مخالف ہونا۔

جی کو بھاؤ سے پریشان ہلائے۔ دل تو چاہتا ہے مگر بظاہر

انکار ہے۔

جی کو کسی سے صلاب ہے۔ دل کو دل سے راہ ہے۔

جی کو کھولنا۔ خواہش کا اظہار کرنا، دل کی بات کہنا، بھڑاس

کھانا، بے دھڑک ہونا، بے ڈاک ہونا۔

جی کو نہ بھاتا۔ اچھا نہ لگتا، پسند نہ آتا۔

جی کھلنا۔ دل خوش ہونا۔

جی کھولنا۔ خوش ہونا، بھڑاس کھانا۔

جی گھبراتا۔ دل گھبراتا، دل کا پریشان ہو جانا۔

جی کوٹ پھٹ ہوتا۔ طبیعت کا اکیل ہونا، فریضت ہونا،

دھڑکت ہونا۔

جی میں آتا۔ خیال آتا، خواہش ہوتا۔

جی میں کاٹنا لگتا۔ دلی تکلیف ہونا۔

جی میں گڑ جاتا۔ دل پہاڑ کرتا، دل میں جھج جاتا۔

جی نہ لگتا۔ کسی کام میں دل نہ لگتا، مظلوم ہونا، کھرا چھانا

مظلوم ہونا۔

جی تھنوں (تھنوں) میں آتا۔ ٹاک میں دم آتا، بہت

لگتا ہوتا۔

جی ہاتھ میں نہ ہوتا۔ دل بے قرار ہوتا، دل قابو میں نہ

ہوتا۔

جی ہی جی میں۔ دل ہی دل میں، من ہی من میں۔

سے پال۔ ایک ہندو بھکت کا نام، زمین کا دیوتا، زندگی کا

دیوتا۔

جیو۔ جان، دل، من۔

جھ

جھاڑ۔ ٹائوس، روشنی کا آرائشی آلہ۔

جھاڑ بھکاڑ۔ خار دار درخت، لور جھاڑ پاں، کانٹوں والا

کھینچے درخت۔

جھاڑ کا۔ کھینچا، کھنکا۔

جھٹ پٹ۔ فوراً، جلدی سے۔

کھاتا۔

پتیلی / پتیلیا زندہ دل ہے لیکن شریر۔

جمل لکھتا۔ جانا، روانہ ہو جانا، آپے سے باہر ہو جانا،

گستاخ ہو جانا۔

پتیلی / پتیلی۔ ایک قسم کی آتش بازی جس کو پھڑانے

سے چنبیلی کے پھول سے مشابہت پیدا تک کے آگ

کے پھول جھڑتے ہیں۔

چھند۔ چاند، مہتاب۔

چھند بھون۔ مہابھون یا امراء کے گھلوں کے اس فرحت

مجلس حصہ کا نام جہاں چاند کی روشنی سے چہری طرح

لفٹ اٹھایا جاسکے۔

چھوٹا۔ مندر۔

چھوٹا۔ چاگی، ڈوولی، ایک زمانہ سواری جسے کہاں اٹھاتے

ہیں۔

چھکڑا ہنچ جانا۔ شور مچانے کا، ہنگامہ برپا ہونا، ہنج و پکار

بہنا۔

چھکڑا ہنچنا۔ غم، دکھ، کرج رازدار اور کھانا۔

چھکڑا ہنچنا۔ زور سے چیخنا، آواز بلند کرنا۔

چھکڑا چھکڑا۔ چار کالوں والا، چوہ والا۔

چھوٹ۔ چھوڑا، استغاثہ، (پھانسی) لٹاپ۔

چھوٹ / چھوٹا / چھوٹا۔ تازہ و ملا لیا۔

چھوٹا۔ مہتاب۔ چاند کی وہ شب جس میں چاند پورا ہوتا

ہے۔

چھوٹا۔ بھول جانا۔ غیری جاتی رہنا، گھبرا جانا، ہوش نہ

رہنا، گھبرا جانا۔

چھوٹا / چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

چھوٹا۔ چار پانچ گنا ہونا، بہت زیادہ ہونا۔

گھسپ جانا۔ غروب ہو جانا۔

بچکر کھٹ۔ پردے دار مسمری، چھت گیری والا چنگ۔

چھت ہاتھ۔ قطار لگانا، صف بست ہونا، سرتاجان بنانا۔

چھتا۔ چھتار، چھتر، اڑی گھٹاؤ۔

چھتیس راگنیاں۔ فن موسیقی کے مطابق چھ راگوں کی چھ

چوڑیاں ہیں، جنہیں راگی کہا جاتا ہے، اس طرح

کل چھتیس راگنیاں ہیں۔

چھٹ۔ علاوہ، بجز، چھوڑ کر۔

چھلونا۔ بھانا شروع کرنا (ضمنی پارک کا)۔

چھینا۔ وہ پانی جو چاند میں بھر کر کسی کو داریں۔

چھینا بنانا۔ چاند میں پانی بھر کر کسی پر مارنا۔

د

دانا۔ خدا، برزاق، آقا کا مالک۔

دان دینا۔ عطا کرنا، بخشنا۔

ڈانڈا۔ ٹھنڈا، مضموم، سوچ میں جکنا۔

دکھنا کر کھنی۔ تڑپا دینے والا، دکھ دلا دینے والا، تکلیف دہ۔

دکھنا۔ دے کر، لے کر، رقم۔

دل داول۔ بادلوں کی کھڑت، جھنڈ، گہری گھٹا۔

دل داول چھانا۔ ٹھنڈ کرنا، چھاننا۔

دلن بھرنا۔ اپنے دل میں آنے، نصیب بھرنا، نصیب چاہنا۔

دھڑی۔ دانت، دانت کی قطیر۔

دھٹانا۔ خوشی منانا، پیش کرنا، مزے اڑانا۔

دھڑ دانت۔ دھڑ دھب، آغوش، پیر، ہر لہ، ہر دانت۔

دھڑکا۔ گھبرات (بھارت) کا ایک قدیم شہر۔

دوب۔ نرم اور نرم و گھاس۔

دولے آٹا۔ نوا آٹا، بہت جلد آٹا۔

دولہ۔ بیت، شہر۔

دوچک۔ ایک راگ کا نام۔

دوچک داس۔ دوچک کا خادم۔

دیکھوں کو دیکھنا۔ بظاہر، (مراد) تلاش کرنا۔

دیکھنا بھانا۔ گہری نظر رکھنا، غور سے دیکھنا، بھارتی کرنا۔

دیکھنا دکھنا۔ دکھانا، دیکھ کر دکھانا، دکھانا۔

دھ

دھاری۔ اختیار کرنے والا، کھینچنے والا۔

دھام۔ ۱۔ گھر، مکان، جگہ۔ ۲۔ ایک قسم کا لہسا ساپ جو

گائے بھینسوں کو چھت کران کا دودھ لپی جاتا ہے۔

دھرا۔ اختیار کرنا۔

دھڑکا۔ خوف، ڈر، دھڑکنا۔

دھمن۔ اشتیاق، دلہن۔

دھمن پالنا۔ کسی بات کے پیچھے نہ جانا۔

دھمن بھاگ۔ خوش نصیبی، خوش وقتی، خوش قسمت۔

دھمن مہاراج۔ گھٹ آفریں، اچھین۔

دھنا دھانا۔ سیدھا، راستہ، اداسی۔

دھنک۔ پٹا کرنا، پٹا لٹینا۔

دھنکا دھنکا۔ مزاحیہ، لہو کا تڑکا، مل، الصباح،

جب بکھتا، کی باقی ہو۔

دھوت۔ چاندی، دھوپ۔

دھوم دھام۔ شان، شوکت، مہلکائی۔

وہم جو کراہ کرک داختہ ہم صطراق۔

وہمیں چاہا۔ پیچیز باہمی مذاق کرنا، دل لگی کرنا۔

وہمان چہ صتا۔ توجہ کرنا، غور کرنا، فکر کرنا، نظر آنا، دکھائی

پڑنا۔

وہمان کا گھوڑا قصور، خیال۔

وہمان کرنا۔ خیال کرنا، غور کرنا، سوچنا۔

وہمان گمان۔ چاہا چاہو، عبادت، بندگی، یاد الہی،

مراقبہ۔

وہمان کس دہتا۔ یاد کرنا، یاد لگانا۔

وہمان نہ چہ صتا۔ توجہ نہ دینا، خاطر میں نہ لانا، متوجہ نہ

ہونا۔

و

واہ۔ ہانوروں کا جھل، ہرنوں کی قطار، درج ذیل۔

واہل دکھنا۔ دکھ چھوڑنا، دردک، دکھنا، بچا کے دکھنا، محفوظ کر

لینا۔

واکھ دینا۔ جزاؤں کے قصوبے میں ڈاکھ کا گھنے کے

بچے رکھنا۔

واگھ۔ ا۔ پہاڑ کی اونچی چوٹی، سب سے اونچی پہاڑی،

(کتابچہ) بہت بوڑھا محلہ۔ وہ دیکھنا پتا جو چمک کے

لیے استعمال کیا جائے۔ ۳۔ پہاڑ۔

واڈ پانا۔ آئسوگر پانا۔

واہا۔ پانی جمع ہونے کی جگہ (مراو) جھیل، جو بڑا پانی

کا گڑھ۔

واہ۔ ہار، کھلی سے شان تک کا حصہ۔

واہوت۔ آداب، تسلیم، ہنسی۔

واہوت کرنا۔ آداب، بہادری، باوقار ہونا۔

واہار ہونا۔ عالم شہرت میں رہنا۔

واہار ہونا۔ بگڑی ہوئی حالت کا سنبھلنا۔

واہل۔ ا۔ طور، طریقہ، اسلوب۔ ۲۔ وضع، کیفیت،

ساخت۔ ۳۔ ریت، رسم، رواج، دستور۔ ۴۔

طرح، طریقہ، تدبیر۔ ۵۔ بنیاد، جز، سبب، علت۔

واہل باہل۔ جز، بنیاد، خاکہ، سبب، طور، طریقہ۔

واہل دہتا۔ غلام ہونا، اقل ہونا، صورت ہونا۔

واہل کرنا۔ جرأت کرنا، جسٹ کرنا، اہتمام کرنا، طریقہ

اختیار کرنا۔

واہلی۔ مٹھنے، کانے بھانے والی۔

واہلی / واہلی۔ چینیے والا، درج کرنے والا۔

واہلہ تر دتا۔ دہائیہ، سرخ، خوش رنگ۔

واہرا۔ عارضی کیا کام۔

و

واہال کوہر۔ جھپار، اعلیٰ سامان، جنگ۔

واہب۔ طریقہ طرح، تدبیر، ترکیب، اسلوب، ذریعہ۔

واہب سے۔ کسی طور، اسلوب کے ساتھ۔

واہتا۔ ڈھکنا۔

واہل باہل پڑنا۔ چکر کاٹنا، دکھنا، مین بن کر گرنا۔

واہلتا۔ تلاش کرنا، پتہ لگانا، نکل ہونا، متوجہ ہونا۔

رنگ۔ قدیم زمانہ کی ایک قسم کی نہ جی دار چار یا دو پیسوں کی عمدہ سواری جسے نکل یا گھوڑے کے کچھتے تھے۔

نوع۔ بھوک، خواہش، چاہ، اشتہاء، رغبت۔

نواہت۔ رنگت کی خوشی، مہندی سے رنگین ہونے کی عمدہ کیفیت، طعنائی، تزک، راحت، تناسل۔

نوجہا۔ پند آنا، بھانا، ماچھا لکنا، بھلا لکنا۔

رہ۔ عشق، محبت، پریت، پیار، محو، الحظ، کیف، مستی۔

رہ (راس)۔ بھوہار، ساگی، کھیل، قمار، کرنے والا۔

کرشن اور گویوں کا سانگ، بھرنے والا۔

رہ و حام۔ عشرت گاہ، پیش گاہ، عشرت گاہ۔

رہ کا پھٹنا۔ جوش بھائی کا ظاہر ہونا، خوبصورتی کا اثر

اٹھانے ہونا۔

رہ کر لیتا۔ سوانگ، بھرا، (مراد) بازو اور کھانا۔

رکھائی۔ بے تو جی، بے دلی، بے اعتدالی، بے مروتی،

بہاخلاقی، بد رکھائی۔

رکھائی (دکھائیاں) دینا۔ بے مروتی کرنا، بے دلی سے

چٹائی آنا، کچھ لوانیاں کرنا، کنارہ کش ہونا، بے

انتہائی کرنا۔

رکھ لیتا۔ چاہ دینا، کافقت کرنا۔

رکھایت۔ گناہین، گناہیت۔

رکھیا ہوا۔ تم زدہ اور خجیدہ ملاسن، چھٹکے۔

رہی۔ عورت، استری۔

روپ۔ ۱۔ بجیس، شکل، صورت۔ ۲۔ وضع، طرح۔ ۳۔

شکل، مانند۔ ۴۔ عالم، حالت، حال، کیفیت۔ ۵۔

اصلی حالت۔ ۶۔ لاپالی پن۔ ۷۔ ڈھنگ،

رہا، رہا۔ ایک قسم کا سرخ یا قرمز رنگ کا عمدہ کپڑا۔

رہج۔ حکومت، سلطنت۔

رہج پات۔ بادشاہت، حکومت، سلطنت۔

رہج پر بیٹھنا۔ تختہ نشین ہونا، حکومت سنبھالنا۔

رہج کرنا۔ پیش کرنا، بادشاہی کرنا، حکومت سنبھالنا۔

رہج گھڑی پر بیٹھنا۔ تختہ نشین ہونا، شاہی تختہ پر جلوہ

افروز ہونا۔

راوہا۔ سری کرشن چندر جی کی ایک بہت ہی بھاری گولی

کا نام تھا۔

راگ۔ گیت، آواز، آواز جو کئی نروں سے مرکب ہو کر

نکلے اور خاص نفسی پیدا کرے۔

راگی۔ راگ کے ہر ایک شعبہ کا نام، موسیقی کی اصطلاح

میں کسی راگ کی بولی۔

رام۔ اجڑو حیا کے دل پر دھڑکے پڑے بیٹے اور دشمن

بھگوان کے دوسرے نام، ظہیر کا نام۔

رام جتی۔ کبھی، طوائف، رطبی، لاوارث عورت جو

طوائف کا پیشہ اختیار کرے، ہندو پیشہ ور کبھی۔

رام خند۔ ایک قسم کی خوبصورت اور عمدہ ناز یا کشتی۔

راکھا جاز۔ خوشی، دل جی خوش ہوانی، ناز فروز۔

راول۔ لٹکا کے مشہور رہا اور رانگسوں یعنی شیالین

کے سردار کا نام۔

رائی کچھرت کرنا۔ معمولی بات کو اہمیت دینا، مبالغہ سے

کام لینا، ذرا سی بات کا جھگڑنا۔

رائی۔ اش کا آنکھوں حصہ۔

طریقہ ترکیب، تہذیب و تمدن و طرز۔

دو پا۔ چاندی، حکم، فقرہ۔

دوپ۔ چکڑا۔ شکل اختیار کرنا، مصورت بدلنا، بھس بنانا،

اصل حالت پر آنا، انداز اختیار کرنا، طرز اپنانا۔

دوپ دکھانا۔ کرپ، دکھانا، کرکڑ دکھانا۔

دوپ دھونا۔ وضع اختیار کرنا، مصورت بنانا، رنج دینا،

بھس بھرا۔

دو پورا، نقری، چاندی کا بنا ہوا۔

دو پہلا سورا۔ سرخ، سفید، گنگا، جمنی۔

دو پلٹا۔ خفا ہونا، راضی ہونا۔

دوگ ٹوک۔ بچ چھو، گھبراہٹ، ہڈی، ہڈی۔

دو کاوت اور کاوت۔ ذخیرہ، دوگ، کشیدگی، ہڈی، ہڈی۔

دو کاوت اور کاوت۔ دو کاوت، دو کاوت، کشیدگی، ہڈی، ہڈی۔

دو کاوت اور کاوت۔ دو کاوت، دو کاوت، کشیدگی، ہڈی، ہڈی۔

دو کاوت اور کاوت۔ دو کاوت، دو کاوت، کشیدگی، ہڈی، ہڈی۔

ہیں۔

روا۔ آتی، چلا۔

روہا۔ پانی رہنا، بج رہنا۔

روہ۔ کرش لیا، ایک قسم کا قرض جسے کوچیاں کرشن جی

کے گرد ملتا ہے، کرش کرشن۔

روہا سہتا۔ گزرا، گزرا، گزرا، گزرا۔

روہت۔ دم، دراج، دستور، طور، طریقہ۔

روہت بھات۔ شادی، بیاہ کی ایک رسم جس میں راجن کے

انگے سے تنگ، چادل، گزرا، چشاک، وغیرہ دولہا

کے گھر بھیجے جاتے ہیں۔

روہی، چلی گھٹا۔ دھکا دینا، دھکیلنا، بھیلنا۔

روہی دھکا۔ کھانا، تیار کرنا، پکانا، پکانا۔

س

سا جھوڑا۔ انداز کرنا، ملاقات کرنا، رنج، دلم میں شریک

ہونا۔

سادھو جاس۔ سادھوؤں کے آرام کرنے کی جگہ، مہمان

خانہ، خانقاہ۔

سارنگ۔ دھک، دھک، ایک دھک، ایک دھک کا نام۔

سارنگ۔ ایک قسم کا گھڑی کا بنا ہوا مشہور ہوتا ہے۔

سارنگ کا سارا، تمام، سب ملے۔

سارنگ کا سارا۔ آنا، بچش آنا، بدلنا، رائج ہونا، بدلنا

الروز ہونا، روکائی، چڑا، نظر آنا۔

ساگ۔ ساگ، دوپ، بھس، بھس، بھس۔

ساگ آنا۔ کھانا ہونا، دوپ دھکا دھکا۔

ساگ دھکا۔ دوپ بھرا، بھس، بھس، بھس، بھس، بھس

کرنا۔

ساوان گانا۔ ہندوؤں کے گانا، ساوانی گانا۔

ساکھی ساکھی۔ دوست، دوست، دوست، دوست، دوست، دوست

سب کے سب۔ ہر ایک، سب، سب، سب، سب، سب، سب، سب

سہا (لحم)۔ سہا، سہا، سہا، سہا، سہا، سہا، سہا، سہا

سامت۔

شہادتی۔ شہادی، شہادی، شہادی، شہادی، شہادی، شہادی

بازی۔

ستا۔ بے نشان کرنا، تکیہ دینا، انداز دکھانے لینا۔

کھل۔ ایک ٹکڑا، انہی قال، ایک انجام، اچھا
مواضع۔

نچا۔ اعلیٰ، مخلص، کھرا، بے کھوت۔

نکھنا۔ نکھنا، نکھرا۔

کجی۔ بے لگ، واقعی، مٹی، حقیقت۔

بھولی۔ چالی، صداقت۔

مدا سہاگن۔ دو محبت جس کا جندو ہمیشہ اس کے ساتھ
رہے ہے۔

مدا سہاگن بنا رہتا۔ ہمیشہ وہیں کی سی جگہ دیکھتا ہے
رکتا۔

شد۔ یاد، خبر، آگاہی، علم۔

شد۔ ہوش۔

شدھا۔ رواں، روانہ ہونا، چانا، درخست ہونا۔

شد حد کھتا۔ یاد رکھنا، دھیان رکھنا، بھول نہ جانا۔

شد (شدھ) کلپان۔ کلپان ایک راک کا نام ہے جسے
سری راک کا ساتواں بیٹا مانا جاتا ہے۔

شد حد ہوتا۔ ہوش شد ہونا خبر شد ہونا۔

سراٹھائے (اٹھائے)۔ بے خوف، دلیر، بے دھڑک،
سیدھے، بے اندیش، بلا جھجک۔

سراہنا۔ تعریف کرنا، گمن گانا۔

شزت۔ دھیان، خیال، یاد، سوچ۔

سرت لگتا۔ یاد رہنا، دھیان رہنا۔

سر جھکانا۔ سجدہ کرنا، عاجزی اور انکساری کے ساتھ سر خم
کرنا۔

سر چمک دینا۔ بڑی تیزی سے ڈالنا۔

سر جھٹ۔ نہایت بارخاطر، موجب غضب و خشم۔

سر دھرا (سر دھری)۔ سر تاج، سردار، بلند رتبہ۔

سر دھنا۔ افسوس کرنا، بچھٹانا، حال بے حال ہونا۔

سر دھتا رہے۔ چاٹا جائے۔ جان بچے یا جائے، سر خم ہو یا
سلامت رہے۔

سرتی (سرسوتی)۔ حدودوں کی ایک دیوی کا نام ہے جو
ہزاروں دیویوں کی موجودگی کی جاتی ہے۔

سرے پاؤں تلک۔ بڑی سے چھٹی تلک۔

سرے چمک دینا۔ حوالے کرنا، بتا دینا، یاد کرنا۔

سر منڈاتے ہی اگلے چلے۔ اول ہی کام بگڑا، کام کے
شرع کرتے ہی نقصان یا غلطی واقع ہوئی۔

سر نہڈا نا۔ شرم کرنا، شرمانا۔

سر ہٹا۔ سر کو حرکت دینا، (مراد) ہاں اور نہیں کہہ کر
بھلاتے ہو۔

سر ہٹا۔ اے ہونا۔

سکی۔ سکاری، ہی کی آواز۔

سکی لہنا۔ آہ سرد بھرنا۔

سکت۔ قوت، طاقت، جرأت، آگہی، استعداد۔

سکت کر۔ فحش دینا۔

سکھیاں۔ آرام پاگنی، مسخرہ، ترقی کی سواری۔

شکھ جگن کا گھر۔ گل، ایمان، آرام گاہ۔

شکو۔ خوش، شوق، عالی طبع، بڑی شہور۔

سلیھا۔ حل کرنا، بصر بخ کرنا۔

ٹاٹا۔ تلک، آنا، چٹا، ہٹا۔

ٹاٹ۔ کھپت، لہجہ، جاہلیت، لہجہ، سرین۔

سولہ سنگھار (سنگھار)۔ زیب و زینت، محروم کا بٹاؤ
سنگھار۔

سولی کھینچنا۔ سانس روکنا، چپ سا دھنا، خاموشی اختیار
کنا۔

سونا بکھی۔ ایک قسم کی خوبصورت کشتی یا ٹاؤ جس کا اگلا
حصہ ٹکائی ہوتا ہے۔

سوچنا۔ سپرد کرنا، دینا، سٹکا کرنا، اٹھانے کرنا۔

سونے دوپے کا پتہ برساتا۔ دولت لانا، خوب خرچ کرنا۔

سونے کا پانی۔ وہ پانی جس میں سونا گلا یا گیا ہو۔

سونے کے پانی سے گھستا۔ (کتابی) اہم قرار دینا،
نمایاں کرنا۔

سوپا۔ سرخ۔

شوہرٹا سودھ۔ ایک کا نام جسے بشمول راک کا
بچا تسلیم کیا گیا ہے۔

سولہ (سولہا)۔ باقاعدگی کے تعریف کے گیت، خوشی یا
شادی کا گانا۔

سولہ (سولہ)۔ نزال اور دلچسپ خیر بات۔

سولی۔ ایک راگنی کا نام، خوبصورت۔

سولہ (سوہے)۔ سرخ مالال۔

سہاگ۔ لالچیاں، خوش نصیبی۔

سہاگن۔ خاندان، دلی، شوہر دار، (کتابی) دلی، نئی
سفری۔

سہاگینا۔ خوبصورتی، حسن، سفیدی۔

سہانی۔ سہانا۔ عمدہ، خوبصورت۔

سہلا۔ بھرپور، عالم، احوال، حال۔

سٹ آٹا۔ جمع ہونا، قریب قریب آ جانا۔

سورجن۔ دولہا اور دلہن کی مائیں، چٹا پائین کی ساس۔

سکھال۔ روک تھام، بچاؤ۔

سمیت۔ ساتھ ہی، بشمول۔

سیٹھا۔ سنبھال، نگہ کرنا، مانہام کو پہنچانا۔

سکھلے سے اسلا۔ وقت، مدت، فصل، دور۔

سٹا۔ زوردار آواز، خوشگام آواز۔

سٹاکن / سنگھاسن۔ تخت شاہی، راج گدی، شادی کی
چکی۔

سٹاکن یا بٹھا۔ تختے لٹھیں کرنا، اسٹا جانا، بادشاہت سپرد
کرنا۔

سٹاکن یا بٹھنا۔ تخت لٹھیں ہونا، راج گدی پر بٹھنا۔

سنگھار (سنگھار)۔ بازو ہڈی، آرائش۔

سنگھائی۔ دھڑائی، لڑائی یا جھگڑا، خوبصورتی کے
لیے جانوروں کے سنگھوں پر چڑھایا جاتا ہے۔

سنگھ (سنگھ)۔ دو مرد آٹھ سائے، سٹاقل۔

سنگھ ہونا۔ خوب ہونا، سامنے آنا۔

سولہ گئی کہنا۔ کسری کھولی جانا، لگی لٹی نہ کہنا۔

سوت۔ (پانی یا روشنی) پھولنے کی جگہ، (کتابی)
پتھر۔

سوہیتا۔ ذہن میں آنا، کھمبہ شآٹا۔

سوچنا۔ سوچ بچار کرنا، سمجھنا، الجھنا۔

سوچنا / سگھنا۔ جانا، دکھانا کرنا۔

سوچ میں لا دینا۔ لگ کرنا، غور کرنا، سوچنا۔

سوہوہپ سے۔ ہر طرح سے، تمام کوشش سے۔

سے۔ ۲۔

سی۔ جیسی، مانند۔

سیام مقدس۔ ایک قسم کی مہر، ڈاکا کشتی جو سیام مقدس کی درخت کی لکڑی سے تیار کی جاتی ہے۔

سینٹ۔ مصلیٰ کے راجا دھرم چند کی دختر کا نام جو سری رام چند کی زوجہ تھی۔

سلی پودنی۔ سلائی کڑھائی میں، باہر بیٹے پر دئے والی۔
سلی۔ ریشم کے دھاگوں کی لڑی، جو جوگی اپنے گلے میں ڈالتے ڈالتے ہیں۔

سلی تاجی۔ سوت کی سیاہ زوری، جو جنگی گلے میں ڈالتے ہیں۔

سنگھ۔ خدمت۔

سنگھالکے۔ کرشن جی کی محبوبہ داسا کے گھر کا نام جو برسا میں واقع تھا۔

ک

کاکھڑا (کاکھڑا)۔ ایک راگی کا نام جرات کے تیسرے پیر میں گائی جاتی ہے۔

کالی آرمی۔ وہ طوطا کی پاد جس کی گرد کے سبب اندھیرا بھا جاتا ہے۔

کام۔ غراہن، مرضی۔

کام دھین گائے۔ دان یا خیرات کے لیے بنائی ہوئی علاقائی گائے۔

کامرا۔ کھلی، پھرتا کھلی۔

کان بکڑا۔ استاد تسلیم کرنا، عاجزی کا بر کرنا، قائل ہونا،

توبہ کرنا۔

کانا گنگا۔ حد سے بچھڑا ہوا۔

کان رکھنا۔ دھیان دینا، غور کرنا، متوجہ ہونا، دل لگا کر سننا۔

کان مروڑنا۔ ہدایت کرنا، تاکید کرنا، سمجھ کرنا۔

کاشیڑ۔ ایک راگ کا نام جو سنگھ راگ کا پھر تسلیم کیا جاتا ہے۔

کھکا۔ سری کرشن کے مادار اور ہانی دشمن کنس کی ملازمہ۔

کپڑا۔ کپڑا، پارچہ۔

کٹ پل۔ ایک ساز جو چھوٹی پھلیوں کے مانند کھڑی یا بھر کے چار ٹکڑوں سے بنا جاتا ہے۔

کٹ کرنا۔ چھوڑنا، ترک کرنا، دوستی قطع کرنا۔

کٹی مادی۔ کسری چاندی، اصل چاندی۔

کک۔ کھپ، دشمن، جنگوں کے چوتھے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔

ککھ بڑی بات نہیں۔ بہت آسان کام، سہل کام، کوئی مشکل کام نہیں۔

ککھ۔ دریا کا کنارہ، کھولا، دریا جہاں شیر رہتا ہے۔
ککھ چلا۔ بات مانی جانا، مذکور ہونا۔

ککھ دلی میں کالا ہے۔ کوئی سبب ضرور ہے، کوئی راز ہے، ککھ نہ کوئی سبب ضرور ہے، کوئی معاملہ ہے، کوئی شہدائی بات ہے۔

ککھ دیکھا نہیں۔ تجربہ نہیں، نا تجربہ کار، بھلے برے کی تجربہ نہیں۔

ککھ ککھ۔ کسی قدر تھوڑا سا۔ کوئی دلیل، کوئی دماغ۔

احساس سے کان کھڑے ہوتا۔

مکتوب، شہزادہ، ملک زادہ، راجا کا بیٹا۔

مکتوب۔ گل نیلوفر۔

مکتوب۔ سری کرشن چندر کا ایک لقب، (مکتوب)

معتوق، محبوب۔

مکتوب۔ آراستہ و جہیز استوار، راج و مہم جاتا۔

مکتوب۔ چھل کور، چھلا تک، چھلا تک۔

مکتوب۔ راستہ کی ایک حد یعنی کام جس کی مقدار بعض

کے نزدیک چار ہزار گز اور بعض کے نزدیک تین

ہزار گز ہے۔

مکتوب۔ آواز کوغنا، شور ہونا، پتلا پکار ہونا، چاہٹ

ہونا۔

مکتوب۔ قہاری حیثیت کیا ہے، تم میں کیا خوبی اور بر

اور اچائی ہے۔

مکتوب۔ کسی نہیں، ہرگز نہیں۔

مکتوب۔ کب تک، کب تک، کسی قدر کتنا، کس عرصہ

تک۔

مکتوب۔ کہانی، قصہ، داستان، کتھا، سرگزشت، حال احوال،

ہجر۔

مکتوب۔ گفت و شنید، ذکر و انکار۔

مکتوب۔ اعتبار کرنا، دل کی بات بتانا، اعتماد، مشق

کرنا۔ ۲۔ ہراسنا، حکم۔ ۳۔ بات چیت کرنا۔

مکتوب۔ اور کرنے سے بڑا بکیر ہے۔ مذہبی معترض اور مصلی

ہمارے پہنائے میں بہت فرق ہے، گفتار و کردار کا

یکساں نہ ہونا۔

مکتوب۔ کہنے شننے پر نہ جانا۔ کسی بات کا خیال نہ کرنا، غور نہ کرنا۔

مکتوب۔ کہنے شننے سے باہر نہ کابل بیان، بیان سے باہر۔

مکتوب۔ میں نہیں آتا۔ ذکر نہ کر سکتا، نہ کابل بیان ہوتا۔

مکتوب۔ کیا پڑی۔ کیا واسطہ، کیا تعلق، کیا نسبت، کیا رشتہ، کیا

قر۔

مکتوب۔ مضمحل۔

مکتوب۔ سفید کنگی کا پیرا جو کنگی سے کھڑا ہوتا ہے۔

کھ

کھانا پھانا۔ خورد و نوش، کھانا کھانا، تناول کرنا۔

کھانا میں پڑنا۔ جھیلے میں پڑنا، بکھیرے میں پھینکا۔

کھٹ تال۔ تھل، کانسی یا گھڑی کا ہونا ایک قسم کا ہاج

جس کا ایک ایک جوڑا دونوں ہاتھوں میں لے کر

بجاتے ہیں۔

کھٹ داگ۔ بکھیرا، چھال، بھڑکا، اٹھپے۔

کھٹ داگ لانا۔ بھڑکا پیدا کرنا، بھینٹ لگانا۔

کھٹ لٹ۔ ایک دانگی کا نام۔

کھٹا کچا۔ خوب، کثرت سے، بہت زیادہ، بہاب،

خوش خوش کر۔

کھٹاڑی۔ ماہرین، کرمی، کرب پاز، (مراد) خالق،

خدا۔

کھٹا کھٹا ہاج۔ بالکل داگ کی دوسری دانگی کا نام۔

کھٹا ہاج، کھٹا ہاج۔ بھڑکا ہاج، بھیل جانا، بچہ جانا۔

کھٹا سال۔ شکر کا ذخیرہ، کھٹا سال شکر کا کارخانہ

کھٹا کھٹا۔ ستیا س کرنا، چاہ و برادر کرنا، جس جس

کرے۔

کھون لگانا۔ تلاش کرنا، پتہ نکان معلوم کرنا۔

کھولنا۔ راز کھولنا، پیچیدہ معلوم کرنا، معنی یہ لینا، جان کرنا،
نکاح کرنا۔

کھیل۔ ۱۔ معمولی کام، آسان کام۔ ۲۔ بازی مری،
قمار، کرجب کرنا۔

کھیل گزنا۔ کام میں دشت نہ دنا، بے ہوشے کام کا بکر
جاننا، شام ختم ہونا۔

کھیل ہونا۔ معمولی بات ہونا، کچھ مشکل کام نہ ہونا۔

گ

گاہ۔ عورت کی چھاتیوں کا اہار۔

گاتی یا عہدنا۔ چادر یا دوشے کو دو ٹوکنا، صوفیوں پر ڈال کر
بند یا چھاتی پر باندھنا۔

گاتی بھاتی۔ گانے بجانے والی درگاہ، مغنیہ، بزرگی۔

گاڑھ۔ مصیبت، مشکل، پریشانی، آفت۔

گاڑھ نہ نہ۔ مصیبت آنا، بے وقت آنا، بھڑکنا، اٹھنا۔

گانا بھانا۔ راگ، رنگ، نغمہ سرائی۔

گاسٹھ میں سیٹھا۔ لہجے میں لہرا، اکھا کرنا، جمع کرنا، قابو
میں کرنا۔

گاہک۔ طلبہ گارہ، ناگئے والا، (بھارا) محبوب، پیارا۔

گاہن۔ گانے والی، مغنیہ، ڈانسی۔

گست۔ حالت، ڈراہلی، ۲۔ تال خرقہ کا سہاڑ۔

گٹھ جوڑنا۔ سیل طلبہ، گروہ بندی، شادی۔

گٹھا۔ ایک قسم کی طاسی کوئی شے منہ میں دبا لینے والے

فلکس میں حیرت انگیز قوت پر داز آ جاتی ہے۔

گٹھا۔ پتھر، گھر۔

گٹھ جوڑنا۔ ۱۔ سیل طلبہ، اتحاد، ملا جلا۔ ۲۔ گروہ بندی،
شادی، بیاہ۔

گٹھ جوڑا ہونا۔ شادی کے بندھن میں بندھنا۔

گج موتی۔ ہاتھی کی پیٹنی سے نکلے والا موتی، بڑا
موتی۔

گڈ گڈانا۔ آکسانا، آدابہ کرنا، بھینچنا۔

گڈا یا اہول۔ نیم پختہ، جھکن سے بھر کر روئے شباب۔

گڈ گڈی۔ شوق، مانگ، جوش۔

گڈاں سوارنا۔ بچی کا بیاہ کرنا۔

گڈا نیں آگوسا نیں۔ کوساوی، منیا سی، جوی، سنت،
ہنست۔

گڈھوی۔ گروہ کر، جنم، گنجی۔

گڈھوی کھولنا۔ گروہ کھولنا، سختی سلٹھنا، طلال دہ کرنا۔

گڈ گڈا۔ بیاہ کرنا، چھاتی سے لگانا، مٹا کرنا۔

گڈا جٹی۔ طلالی، ڈنڈنی، سہرا اور دھپلا۔

گڈ گڈا۔ دھبی منہ میں گانا۔

گڈھری بولی۔ گاؤں کی بولی، غیر مستند زبان۔

گڈی۔ کوٹن، سری کرشن کے ساتھ کھیلنے والی اور ان کا
دل بہلانے والی کوٹنوں کی سولہ سولہ کپاں۔

گڈت۔ حسب نسب، خاندان۔

گڈا آگٹھا۔ دھوش، دالچھا، بھادھت۔

گڈے آگٹھے دھتا۔ دھوش دھتا، دلچھا، دھت دھتا۔

گڈت۔ عاشق، بچی، گڈھری۔

گھاگ۔ فرانت، جہاں دیدہ، تجر بہ کار، چالاک،
ہوشیار۔

گھراہٹ۔ دھشت، پٹیائی۔

گھرا آنا۔ چھا جانا، سخرانا، سوار ہونا۔

گھرا ہارنا۔ گھرا جانا۔

گھراٹا۔ خاندان، گھرا قبیل، گھرا خاندان۔

گھراٹا۔ گھرا آنا، گھرا ہونا، گھرا ہونا۔

گھر سے باہر چاڑھیں نہ دھرتا۔ ایک جگہ بیٹھا رہتا، تارک
دنیا ہوتا۔

گھر کا جالا۔ نو پشتم مردان خانہ۔

گھر کرنا۔ جگہ بنانا، رسائی حاصل کرنا، ساجا جانا، کھینا۔

گھر گھاٹ نہ پاتا۔ داؤ گھاٹ سے واقف نہ ہونا، رنگ
احسب، بطور طریق معلوم نہ ہونا۔

گھر والی۔ بوی، زوجہ، بیگم، خاتون خانہ۔

گھڑی۔ وقت کی ایک پیمائش، چوبیس منٹ کا وقت،
سامت، لمحہ وقت۔

گھڑی گھڑی۔ بار بار، ہر وقت، لگاتار، بے پردہ۔

گھسٹا/گھسٹا۔ گز گزانا، منت ساجت کرنا، عاجزی
کرنا۔

گھوڑا بھینکنا۔ گھوڑا ڈرانا، بچھا کرنا۔

گھوڑے کی پیچ لگنا۔ سوار ہونا، سوار ہو کر جانا۔

گھولے میں آ جانا۔ تحلیل ہو جانا، حل ہو جانا، رقیق
میں مل جانا۔

گھوٹا۔ سونے چاندی کے تاروں کا کم عرض کا پانچ چور ششم
کے پانے سے بنا جاتا ہے، چکا، کٹاری، داگ، توڑ۔

گھوٹی/گھوٹی۔ دچک، راگ کی ایک راگنی کا نام۔

گھوٹا دامن آٹا بھل۔

گھوٹا لیتا۔ دامن میں لینا، بھولی میں بھر لینا۔

گھوٹا۔ محافظ آستان، زمین کا دایعہ، پہاڑی دیوتا، گائے
کا محافظ، پہاڑ کا بڑے والا۔

گھوٹا جگا۔ گورکھ ناتھ کے نام کی منادی۔

گھوٹا جگے۔ گورکھ ناتھ کی جگہ آئے، (کٹاپٹ) رختیں
نازل ہوئیں۔

گھوٹی۔ بالکوں، راگ کی دوسری راگنی کا نام جس کو
آخری دن گایا جاتا ہے۔

گھول۔ اس مشہور اور مقدس گاؤں کا نام جو شہر کے
قریب دریائے جمن کے متصل واقع ہے۔

گھوٹو۔ کٹوری نما سزا ہوا گولا۔

گھوٹا، بھلی، بھلی۔

گھوٹا۔ بھلی، گایک، موسیقار، گانے والا۔

گھوٹا۔ زریور۔

گھوٹا۔ گانے کی جمع۔

گھوٹا۔ گھوٹا، گھوٹا، گھوٹا، گھوٹا۔

گھوٹا۔ ایک قسم کی آتش بازی جس کو چھڑانے سے زور
رنگ کے کام کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

گھ

گھاٹ۔ دریا کا کنارہ، گز، دریا، بھلی۔

ل

لاچ۔ شرم، حیا، لطافت، غیرت۔

لاچ آنا۔ شرم آنا، غیرت آنا، شرمندہ ہونا، لطافت کرنا۔

لاچ چھڑنا۔ بے حیا بن جانا، بے شرم ہونا۔

لاٹھیں۔ شیشے کی مشعلیں، ٹانوس، دو ٹانوس جس میں شیشے لگے ہوں۔

لاٹری۔ باقوت، چھوٹا لال۔

لچا کرنا، لچکا کرنے کی ایک قسم۔

لپٹ جھپٹ۔ دھیکہ دھکی، ہاتھ پائی، جینگز چھڑا مارنا، چھ، طراری۔

لپٹ سیٹ کے۔ چمپا کر، پچا کر۔

لٹھ پرانے کپڑے کا ٹکڑا، دھکی۔

لاٹا۔ چھڑا کرنا۔

لاٹا لٹا۔ جادو، افسوس، ٹوٹا شمعندہ۔

لچکا لچکا۔ شرمندہ ہونا، ماتم ہونا۔

لچکا لٹا، ایک قسم کی کشش لٹاؤ۔

لچکا۔ ارزش، کچھ لپٹ۔ سو۔ نزاکت کی حرکت۔

سو۔ چھڑا، تیزی، جھٹکا۔

لچکے کٹنا۔ تل کھانا، چنگے لے لینا، لٹھ لٹا۔

لچکن۔ راجا، شرمندہ کے چار فرزندوں میں سے دوسرے فرزند۔

لچا چھڑا۔ ہوا، چھڑا ہوا، بھڑا ہوا۔

لڑائی ہونا۔ جنگ ہونا۔

لڑکے ہالے۔ مال، دیوال، بچی بچے۔

لڑنا۔ جھڑنا، بھڑا کرنا، جنگ کرنا۔

لڑی گودھٹا۔ حاکمے میں سوتی پردہ کرنا، لڑنا۔

لکھوٹ۔ قریب، آخر، نام، مہر نام، دستاویز، لکھا ہوا۔

لگا۔ لے کر شروع ہو کر۔

لگاوت۔ لگاؤ، تعلق، ملاقات، خوش اختلاص۔

لگ چلنا۔ رجا کرنا، ملنا، چلنا، لگاؤ کرنا، میل ملاپ کرنا۔

لگا۔ بھارت کے شمال جانب ایک بڑے اور مشہور جزیرہ کا نام۔

لوٹ پھٹ ہونا۔ فریفتہ ہونا، پسند آنا، خرچنا، بے قرار ہونا۔

لوٹ۔ نزاکت۔

لوک۔ دنیا، ملک، جہان۔

لوہو۔ لہو، خون۔

لوہو بھٹا۔ خون خراب ہونا، جنگ و جدال ہونا، خونریزی ہونا۔

لوہو بٹا۔ اڑا دینا، پھینک دینا۔

لہلہا۔ سرسبز تر، تازہ، ہوا بھرا۔

لے بھاگ۔ بھاگائی، کیر، ڈاکو۔

لے بھاگ۔ اٹھائی، کیر، آگہ بھاگ، بال واسطہ کو چوری کر کے بھاگ جانے والا۔

لٹکا۔ بکڑنا، بھڑنا، بھڑا۔

لٹکاؤ۔ غرض، مطلب، واسطہ، تعلق۔

م

ماقار۔ پری حصہ، پیشانی۔

ماقار لٹکا۔ لٹکا، خیال بدگونا، خطرے سے آگاہ۔

ہوتا، کسی کام کی بدنامی کے حلقہ خیر ہوتا۔

ماحقہ رگڑتا۔ نہایت عاجزی کرتا، انکساری کرتا، خوشامد کرتا۔

باقی اہل و عیال۔ درگزر کرنا، بھول جانا، قسم کرنا، قیام کرنا۔

بادھو بڑا۔۔۔ راجاؤں یا سردوں کے گھلوں کا وہ حصہ جہاں سری کرشن اور گوبیوں کے عشق و محبت کے مناظر کو

تصویریں یا مسودہ تھیں کے ذریعہ نمایاں کیا گیا ہو۔

مالا جھپٹا۔ تسبیح کرنا اور کرنا، مختلف چھٹنا۔

مالسری۔ سری راک کی پانچویں راگی کا نام۔

مال۔ مہیں۔

مالچے کا جھڑا۔ وہ زرد پتہ شاک جو پائیس میں دو لکھا اور انہیں کو پیتائی جاتی ہے۔

مالگ۔ بھر جانا۔ بچ جانا، منور جانا۔

مالگے مالگے۔ ادھار لے کر قرض لے کر، مستعار لے کر۔

مالہ۔ تسلیم کرنا، قبول کرنا۔

ملی کاہن۔ ملی کا برتن، (کھانے کی آوی، بشر ماٹھان۔

مکلا۔ بڑا گھڑا، علم کلاں۔

مٹھی میں ہونا۔ قابو میں ہونا، اختیار میں ہونا، قبضے میں ہونا۔

مچھ۔ چپ و چھو کے دس مٹھابریں سے منظر اول ہے۔

مچھو۔ حکامدار و کردار آوی، پڑی پڑی سوچوں والا، بد صورت۔

مچھو رہا تھ۔ ایک دیوتا کا نام، دشتو کا ایک اوتار۔

مچی۔ مچی۔

مچی بھون۔ بادشاہوں اور راجاؤں یا سردوں کے گھلوں کا

وہ تالاب جس میں چھوٹی چھوٹی چھلیاں پانی جاتی ہیں۔

مٹھ۔ نف، مسق، شراب۔

مٹھ بھیر ہو جانا۔ اچانک ملاقات ہو جانا، آنا سامنا ہو جانا۔

مٹھ لکھتا۔ ہے جان سرور، غائی۔

مٹھ لکھ۔ ایک قسم کا باجا جڑ مرگ سے بکھلا ہوتا ہے۔

مٹھ لکھ۔ ہرن کی پانوں سمیت کھال جس پر پتھر کر عبادت کرتے ہیں۔

مٹھ لکھ۔ ہنسری لے۔

مٹھ لکھ۔ ہنسری بھاتا، لے پھر لکھنا۔

مٹھ لکھنا۔ لکھ جانا، مر جانا۔

مٹھ لکھ۔ رنجیدہ ہونا، مٹھ لکھنا۔

مٹھی۔ ایک قسم کا مٹھن جو بازو بھل، کشیدہ فولا، مٹھیا وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے، جسے ہندوستان کی عورتیں

شادی ہو جانے پر جب تک سہاگن رہتی ہیں، اسے دانتوں پر لگاتی ہیں۔

مٹھی کی دھڑی۔ مٹھی کی تہہ جسے عورتیں طویل عرصے کے لیے اپنے ہونٹوں یا دانتوں پر بٹاتی ہیں۔

مٹھی بھنگنا۔ جوانی کے آخر کار ہونا، سبز و سرور ہونا۔

مٹھ ہات۔ بالائے گھٹکوں۔

مٹھ ہات ہو کے۔ رہائی گھٹکوں کے باوجود۔

مٹھ ہات ہو کے چڑنا۔ لوند سے منہ لینا، پیٹ کے بل لینا، پیٹ لینا۔

مہاراج۔ ہندوؤں کے ایک مشہور درجہ کا جو دنیا کو تار و پود کرنے والے جانے جاتے ہیں۔

مہاراجا۔ راجاؤں کا راجا، سلطان، شہنشاہ۔

مہا کھن۔ سخت دشوار، بڑی مشکل۔

مہرا۔ سامنے آ گا۔

مہراجن۔ بڑا راجا۔

مہراجن کے مہاراج۔ شہنشاہوں کا شہنشاہ۔

میچکے تھکے۔ میچکے ٹاٹ، ایک راک کا نام جو میچکے راک کا بیٹا بنا جاتا ہے۔

میل۔ آجڑا، ملاوت۔

ن

نا۔ رشتہ، شادی، بیاہ۔

نا ہونا۔ بے رشتہ، رشتہ ہونا، رشتہ داری ہونا، رشتہ قائم کرنا۔

۱۶

نا بچ بچانا۔ دھس کرنا، کرچ کرنا، جبران کرنا، جنگ کرنا۔

نا بھگتی۔ موسیقی کی ادبی۔

ناک اونٹنی کرنا۔ عزت بڑھانا، بول بالا کرنا، عزت بخشنا۔

ناک بھوں کا ناک۔ عزت کا بڑ کرنا، ناز و نخر سے دکھانا۔

ناک بھوں چڑھانا۔ تندی چڑھانا، بڑا ہونا، ناراض ہونا، بکڑنا۔

ناک چڑھانا۔ ناراض ہونا، مدغیہ ہونا، بکڑ جانا۔

ناک دگڑانا۔ سر جھکا کر ادنیائیت سے متوجہ کرنا، عاجزی کرنا۔

ناک دھو کرنا۔ ناک دھو کرنا، صبح کرنا، نکلنا کرنا۔

ناپٹ۔ چوڑی طرح ہر سر، مقام، پیر، راجہ، سر۔

ناپٹے والا۔ دکان، لٹیا۔

ناپٹ کھسولی۔ بڑا دھچکا حال، بالخصوص، پریشان۔

ناپٹا کرنا۔ تھک جانا، تھک کرنا، صدمہ اٹھانا۔

نمان۔ آخر کار، انجام کار، بدلہ، خر۔

نمنا حال ہونا۔ مشکل ہونا، مکی ڈوبنا۔

نمنا۔ شوق کا چوڑھا، مقیم، اوتار، جس کا سر شکر کا سا تھا۔

نکل چلنا۔ بھاگ جانا، فرار ہو جانا، چلا جانا۔

نکلتا۔ نظروں سے اٹھایا ہوا، نکال دیا ہوا، نکلنا۔

نکلی۔ لوک دار، بکڑی۔

نکھری چاندنی۔ اہل چاندنی، چاندنی صاف و شفاف رہتی۔

نگوڑا۔ نگر، بکڑ، بکڑا، کڑا، بد بخت۔

نگوڑی۔ نگر، بکڑ، بکڑا، کڑا، بد بخت، کم بخت۔

نچلی۔ بے مورد، نامناسب، بے شرم، بے حرمت۔

نوازل۔ ہوا کھانے اور دریا میں سیر کرنے کی چھوٹی کشتی یا گاڑی۔

نواس۔ گل، مکان، بکڑ، بکڑا۔

نول۔ نیا۔

نول بھائی۔ نوجوان، نئی لہجہ۔

نول کھلی۔ نوک دار، نوک والی۔

نندنا جانا۔ ضبط نہ کر سکا، بھڑکا ہوا، برداشت نہ ہوا۔

نہوڑا۔ جھکا کر گھٹ کرنا۔

نہرے۔ از سر نو، نئے طریقے سے دوبارہ۔

ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ ٹانگیں ہے، مشکل ہے، خارج از
امکان ہے۔

ہوتے ہوتے۔ رنڈ، رنڈ، آہستہ آہستہ، دھیرے
دھیرے۔

ہوٹ چڑھانا۔ سوسوکتا، خشکی سے ہونٹوں پر چڑیاں
جنا۔

ہورے ہوئے۔ ہائے رے ہو، ہاں ہاں ہوا ہوا (کلر
فجائیہ)۔

بھر بھیر۔ گردش، انقلاب، زمانے کا پتھر، آمد و رفت،
مسافت، بکیر، بھگاڑ۔

بھر بھیر کرنا۔ تبدیل کرنا، بدلاؤ۔

ی

یوں ہی ہی۔ میرے نام بڑا سی، معمولی۔

ٹھن برستہ دولت کی بارش ہونا، بے حد خوش حال ہونا۔

ہٹو دلا۔ نیچے اوپر گھومتے والا ایک قسم کا جھولا۔ جس میں کئی
لوگوں کے ایک ساتھ بیٹھنے کے لیے بھولے

بھولے خانے سے ہوتے ہیں۔

ہٹو دلی گر۔ ایک داگ کا نام جسے گارے مارٹر کا بیج تسلیم
کیا جاتا ہے۔

ہٹا پان۔ ایک قسم کی آتش بازی جو پان سے مشابہ ہوتی
ہے۔

ہٹا سارا۔ ایک قسم کی آتش بازی۔

ہٹنی سپاری۔ آتش بازی کی ایک قسم۔

ہٹس کے ٹال دینا۔ زیادہ توجہ نہ دینا۔

ہٹسی آ جانا۔ دھڑپٹے بیٹے لگانا۔

ہٹاؤ۔ جرأت، ہمت، حوصلہ، طاقت۔

JOURNAL

OF THE

ASIATIC SOCIETY.

No. II.—1855.

*A Tale by INCHI ALLÁN KRÍAN, Translated by the Rev. S. SLATER,
Senior Professor of Bishop's College.*

(Concluded from vol. XXI. p. 23.)

پھر سب نے اب رائی کیٹکی کے باپ اور اور مہاراجہ جگت برکاس
کی صہنی آنکے گھوکا گھر گرجی کے ہانو ہو گرا اور سب نے
سرجھکا کر کہا مہاراج بہہ اپ نے برا کام کیا ہم سب کو رکھ لیا
جواج آپ اُنہ پہنچتے تو کہا رہا تھا سب نے مرنے کی تھان لی
تھی ان پائیوں سے کچھ نہلیگی بہہ جان لی تھی راج ہات
سب ہمارا نچھاور کر کے جسکو چاہئے دے ڈالئے ہم سب کو اُنیت
بنا کے اپنے ساتھ لیجئے راج ہسے نہیں توہنا سورج بہان کے
ہاتھ سے آپ نے بچایا اب کرئی اُنکا چھا چندر بہان چوہہ آرکا

Listen again : listen to the story of Rání Ketakí's father, the Rájá Jagat Prokás. The whole of his family fell at the feet of the spiritual guide, and, bowing their heads, spoke thus : " Great Sir, you have done a great favour in rescuing us all. If you had not arrived this day, what fate would have awaited us ! For we were all on the point of perishing outright. These wretches can now do us no harm. Devote and deliver our empire to whomsoever you will ; and

JOURNAL

OF THE

ASIATIC SOCIETY.

No. I.—1852.

A Tale by Isahd Allah Khān. Communicated and translated by
L. CLINT, Esq., Principal of La Martinière College, Lucknow.

The tale submitted to the Society was placed in my hands by Dr. Sprenger for publication and translation, in consequence of his not being able from want of time to perform the task himself. Before he became aware that he would not be able to fulfil his intentions, he had drawn up the following notice of the subject, which, with his permission, I introduce.

"The Biography of this poet is in Garcin de Tassy's excellent *Histoire de la Littérature Hindoustanie*. He flourished in the beginning of this century at Lucknow. Besides this tale, a masnawī, and some minor compositions, he left a *dywan*, which is in our library, and he is the author of a great portion of the *Daryā-ye Latāfat*, which has lately been printed at Murshidābād."

"I found a copy of this Tale in the Moty Mañall library at Lucknow and had it transcribed. Its value consists in a peculiarity of style; though pure and elegant Urdu and fully intelligible even to the Mussalmans of the Court of Dehlee or Lucknow, it does not contain one Persian word, whereas the language usually spoken by fashionable persons in these two cities is almost purely Persian. In Lucknow in particular the Hindoo words are very sparingly used. This is much to be regretted, because the people of the villages and even the Hindus in the city who are neither directly nor indirectly connected with

sharp things to them, viz.: *Ketaki*! having smelt the *keops* has blossomed. Who cares now about these two? Then the bride smiling said from beneath her veil, Oh woman, with such beautiful *misra* spread on your teeth, I have a good mind to give you a slap and rub it off.

(In: *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta). No. Li new series, No. 1 (1852), pp. 1-22; No. Lxxiii, new series, vol. xxiv, No. ii (1855), pp. 79-118)

formed a canopy over the earth, came down to distribute as an offering for the newly married pair, bags and handfuls of diamonds and pearls. The flying couches still remained in the air like a canopy. In the ceremony of going round seven times by way of offering there were so many that they were crushed together. And the female servants were dazzled at the sight. Rājā Indra at his first visit to see the bride gave her a bed made out of a single diamond, and a stool made of a topaz, and placed before the bridegroom the bough of an unknown tree which affords whatever fruit one desires to have, and the calf of the cow Kāmdhēn tied beneath it, and having selected out of the flying-couch-damsels twenty-one of the most beautiful maids who could sing and play, chaste, obedient, without blemish, gave them to him, and ordered them to converse with Rānī Ketakī but not with the bridegroom. "I give you warning before," said he, "otherwise you will all be changed into stone, and be punished according to your doings." And Gosain Mahandar Gur having placed twenty-one jars of what they call elixir, said "This is also a wonderful thing. When you choose you can melt a quantity of copper and convert it into gold by pouring eight barley-corns of this elixir into it." And the Jogi said to all of them, "It shall rain coins in the shape of golden locusts forty days and forty nights in the house of those who have attended without sleeping upon the marriage of these persons, and as long as they live they shall never be in want." And he gave to the Brāhmins nine lakhs and ninety-nine cows with gold and silver horns, and with jewels on their bodies, and tinkling bells on their feet. And he remitted to the people seven years' taxes; and he placed at the disposal of any who chose to take them, twenty-two hundred elephants and thirty-six hundred camels laden with silver. And there was no inhabitant of either of the two kingdoms who did not receive a horse, a suit of apparel, a bag of rupees, and a pair of bangles set with gold. Besides Madan-bān there was no one who was bold enough to go into the presence of the bride and bridegroom without being called. And without permission no one could run backwards and forwards and laugh and joke with them except Madan-bān. And she kept calling prince Uday-bhān by familiar names in order to tease Rānī Ketakī, and made sport of her in a hundred other different ways. On the night on which the bride and bridegroom went to their new home Madan-bān said a hundred

Uday-bhān sitting upon his Throne.

The bridegroom Uday-bhān seated himself on the throne, and on this side and on that Rājā Indra and the Jogī Mahandar Gur assembled with their trains. The father of the bridegroom standing behind his son with beads in his hand began to mutter something, and the dance began. In the air all the attendants of the Court of Indra who had come on the flying couches danced with expressive action, forming, as it were, a roof over the spectators' heads. The two queens, the mothers of the bride and bridegroom, embraced one another, and sat on an upper floor behind sandal wood doors to see the festivities. Masks, music, and clowns began to appear. All kinds of songs, namely, Yaman, Kalyān, Jhanjoti, Kānpā, Khambāj, Soni, Parāj, Bebāj, Surat, Kāngrā, Bhairawi, Khar, Lalit, Bharon, taking the form peculiar to itself, began to sing exactly like human beings. Who can describe the pleasantness of that dance? In all the houses devoted to festivity, viz.: Mādho Bāīs, Ras Dhām, Kishan Nrwās, Machhi Bhowan, Chandar Bhowan, women, all of them with dresses covered with brocade, with fringes of real pearls attached to them, rolling about as if they were intoxicated, were kissing those who were sitting there. In the middle of these houses a saloon surrounded with mirrors was built, in the roof and door and compound of which there was nothing but glass, not even so much as a morsel of wood or putty. Having dressed the bride, Rānī Ketaki, in wedding-garments, and having seated her in this saloon, when it wanted six hours of the fourteenth night, they sent for the bridegroom. Prince Uday-bhān, in the form of Krishna, with a crown on his head, and a wreath over his face arrived with pomp and attendants, like the moon at its rising. The recitations of the Brāhmanas and Pandits, the customs which obtain among kings, the going round the bride and bridegroom, and the tying of the knot, all were duly performed. "Now Uday-bhān and Rānī Ketaki have met: the flower of hope which had withered has bloomed again: when each was separate from the other they had no rest, and so they began to live with one another day and night. Oh heart! this tying of the knot is much, what I have described is little or nothing. Oh Beneficent one, let all those who are drowning in a sea of love be saved. May my fortune change as theirs has." The damsels on the flying couches, who were dancing in the air, having

Ketaki heaving a sigh said, "True. Everything has turned out well: only I shall have nothing but jokes to endure."

Madan-bán's devotion to Ráni Ketaki, and the Ráni's smelling scents, and nodding, from excess of happiness, as with sleep.

Then Madan-bán was delighted at beholding Ráni Ketaki's wedding-suit, and eye-brows, and the modest appearance of her eyes, and her hair flowing over her face. Then Ráni Ketaki began to smell the scents and to close her eyes like one just falling asleep. Madan-bán with the utmost devotion to her whole person began to stroke the soles of her feet. Ráni Ketaki immediately smiling quietly pretended to writhe under this operation. "Oh! I see," said Madan-bán, "the rubbing of my hand pains the blister you got in searching for the deer." As she said this, Ráni Ketaki gave her a pinch and said, "If a thorn has stuck in my foot and made a blister what then? What business have you to reproach me?"

An account of the beauty of Ráni Ketaki.

Ráni Ketaki's beauty beggars all description. It is impossible to describe the arching of her eye-brows, the modesty of her eyes, the piercing of her sharp eye-lashes, and her smile, and the colour of the dye on her teeth, and her frown when angry, and the dignity with which she scolded her servants, and her walk, and her spring like the bounding of deer.

An account of the prince's beauty.

If any one surpasses prince Uday-bhán in beauty, let him appear—the beauty of his budding youth and the gracefulness of his gait, and the luxuriance of his sprouting hair, and the rosiness of his cheeks like the shining of the sun's rays early in the morning on the bosom of spring, the dropping of beauty from his first-shooting moustache, his pride on beholding his shadow, and the reflection of his shape as bright as the sun.

forgotten us after having assumed a new dignity and stolen our understandings."

The building of *Ghāts*.

They astonished all the people by building all the *ghāts* of the rivers in the two kingdoms of silver bricks. All kinds of boats adorned with gold were plying hither and thither on the rivers. These were crowded with singers and dancers of all kinds, who sang and played and danced according to their own manner, and leaped and sported and stretched themselves and yawned. And there was not a single boat which was not covered with gold and silver and handsome cloth. And on many of the boats swings were placed. Female singers sitting upon these and swinging warbled their songs to the *Kidāra*, *Bagisiri*, and *Kānkhā* tunes; and the boats were spread over the surface of the lakes like clouds upon the face of the sky.

The arrival of Uday-bhān with the marriage preparations at the door of the Bride.

When prince Uday-bhān with all his preparations and with the bridal chaplet on his head, had arrived at the house of the bride, and when the usual customs of her family had begun to be performed, Madan-bān began to say to Rānī Ketaki in joke, "You have found good fortune and have appropriated it; why then are you sitting with your head hung down. Come let us have a peep at them through the windows." Rānī Ketaki said, "Do not say such shameless words to me. Why should we rise in so great a crowd as at present is assembled, and, with oil scented with flowers sprinkled over us, stand up to peep at them?" Madan-bān interpreting these angry words as only an attempt to deceive, recited the following in her own language, "Bravo, you are trying to come it strong. That deer for whom you were searching from forest to forest, is standing before you as a bridegroom in the intoxication of youth. What do you mean by saying you will not go to see him? All both great and small are desirous of peeping at him. There is a saying, 'The heart says, Yes, the tongue says, No.' But I am determined to take you to him." Rānī

Preparations of Gosain Mahandar Gur.

When the prince Uday-bhān set out to be married in this manner and also took with him the Brāhman who had been shut up in a dark room and asked his forgiveness and said, "Oh Brāhman, do not deal with me according to what I have said and done to you, but perform all your customary rites," he then accompanied Uday-bhān on a flying couch in order to perform the rites. Rājā Indra and Gosain Mahandar Gur proceeded with their train seated on the elephant Irāpat rocking as they went and looking at every thing. King Sūraj-bhān walked along-side the horse of the bridegroom counting his beads. Meanwhile a rumbling noise was heard: all were astonished: on hearing this the ninety lakhs of jogis, all of them being prepared with numerous pearl-necklaces on their necks and with their breasts similarly adorned, sitting upon the skins of deer and tigers, rejoiced with five-fold joy. All the princesses who attended queen Lachmī Bās in litters and chariots were laughing for joy. Meanwhile there appeared, here the mimes of the Bhartari actors, there Jogi Joypāl, and there Mahādev and Pārvatī. Here Gorakh appeared, and there Muchandar Nāth fled. Kṛṣṇnā also appeared under the form of a fish, a tortoise, and a stag. Here Parsirām, Bāwanrup, Harnākis and Narsingh, there Rām, Lachman, and Sītī appeared. Here Rāvan and the whole battle in Lankā, there the eighth-day festival after the birth of Kanhya, and his carrying Pīras Deo to Grokal and his growing up with all these wonders attending his history, and his feeding the cows, and his playing the pipe, and his sporting with the milk-maids, and his being devoted to the Hunch-back, and the forest of Kurail and the fig tree and the *ghāt* where the Gopis undressed. There Bindraban, Sewiganj, Barsāna appeared. And the whole history of Kanhya appeared, just as it had happened before their eyes. And the agitation of the sixteen hundred Gopis appeared before them. And the Gopi who, seizing the hand of Udho, caused all the Gopis to weep while she stooped to the ground and thus opened her heart: "When Kān, having left the bushes of the forest of Kurail came to dwell in Hardwar and built a house of *Magdhāt* in order to be called a king of kings, having left his cap of peacock feathers and his blanket, has now entered into some new relationship with us, and has

kingdom to that, and let there not be a spot of land on which there is no assembly of men, and rejoicing. And let many flowers be so scattered every where that even the rivers may appear to be rivers of flowers. And on the road by which the bridegroom will come, let screens made with mica and coloured paper be set up covered with rubies, diamonds and topazes, and let them be like beds of flowers for the bridegroom to walk between, and let as moors or mountains or valleys appear, whose bosoms are not covered with feathers and flowers.

King Indra makes preparations for the marriage of Uday-bhān.

King Indra said, "Order those cunning women who are flying aloft in stately array to ornament themselves and make a covering from this kingdom to that out of their wondrous flying couches, and let them fly in such a way that the couches may appear like flower-beds, extending a hundred cos. And on this side and on that, let them play on the drum, guitar, musical glasses, Jew's harp, tinkling bells, kettle-drum, cymbals, and hundreds of other extraordinary instruments. And between these flower-beds, let there appear the glittering of a multitude of lanterns and chandeliers ornamented with diamonds and topazes and pearls suspended in the air: and from those lanterns let all kinds of fire-works be let off so that the doors of the hearts of the spectators may be opened, and that the laughing betel-nut and the talking betel-chips covered with gold leaf may be thrown out of the leaping and bursting squibs. And when you all laugh, let the strings of pearls fall from your mouths along with your laughter, that all picking them up may be glad. Sing songs of praise to the fiddle in the manner of *désvants*. Throw up both hands and make your fingers dance: shew them such a sport as no body has ever heard of before. Wag your cheeks and wrinkle the nose and eyebrows and set the tune. Let no one break the ranks; and accomplish in one moment a journey of lakhs of years." What king Indra had commanded began to take effect in the twinkling of an eye, and whatsoever those two Mahārājas on their respective sides ordered, was speedily accomplished. You may imagine, if you can, what more preparations were made for this marriage, after such preparations both in the earth and the air as I have described.

Thereupon king Indra said, "Having recited over these deer, the words of my power and the Guru's piety with the mantra *Imi Bāché* sprinkle each of them with water." What sort of water could that have been! As soon as it was sprinkled prince Uday-bhān and his father and mother, all three, leaving the form of deer returned to their former shape! Gossain Mahandar Gur and king Indra embraced all three, and seated them near themselves with great tenderness, and giving to their people the jar of water which they had used sent it as a present to those who were unfortunate. When the people of king Indra recited the mantra *Imi Bāché* and sprinkled the water, all who were dead and in their graves rose again, and all who, though half dead, had escaped their final destiny were restored by it.

King Indra and Mahandar Gur having taken prince Uday-bhān and king Śūraj-bhān and queen Lachmī Bās on a flying couch with great noise and pomp, seated them on their throne, and began to make preparations for the marriage. Diamonds weighing five seers, and pearls, were presented to all of them. King Śūraj-bhān and prince Uday-bhān and queen Lachmī Bās having obtained their heart's desire and bope could not contain themselves for joy, and the king ordered his servants to open the mouth of the treasure-house for his whole kingdom, and also that any one who might think of any new means of giving enjoyment to them should mention it—"What day will be like to-day. The marriage of our dear and only son who is the delight of the pupils of our eyes is to take place; and all we three are restored to our shapes and our kingdom. This is the first thing we must do: to all those who have unmarried daughters let enough be given for arraying their daughters with ornaments and getting them married; and let them eat, drink, cook, and dress their food from our palace as long as they live. And let the daughters of all the land be never deprived of their husbands, and let them not wear any but red-dyed clothes, and let doors of gold and silver, like the mixing of Gangā and Jamnā, be set up in the houses; and on the roofs of the houses let *tikas* of saffron and the sandal wood be applied, and let models of all the hills in our country be made of gold and silver and set up opposite one another, and let the locks of the ugly shrews who are too surly to ask, be filled with rows of pearls, and let the thickets and hills be covered with flowers and festive wreaths, and let these wreaths be suspended so as to serve for a covering from this

from the summit to the roof, on all the leaves of all the brambles they stuck gold and silver foil with gum. And the king ordered that no one should by any means go out to walk without a red turban and a red dress : and that all the singers and dancers and actors and mimics, musicians and those who dance the sangit, wherever they were, should leave their abodes, and having spread comfortable beds, should continue singing, playing, dancing, shouting, and leaping.

Gossain Mahandar Gur seeks prince Uday-bhân and his father and mother—does not find them, and is greatly distressed—king Indra having read his letter, comes to him.

Let us break off here the story of these amusements. Now listen to what is to come. The Jogi Mahandar Gur and his ninety lakhs of disciples marched throughout the whole forest, but nowhere could any traces of Uday-bhân and his father and mother be found. Then he wrote and sent a letter to king Indra. The letter ran thus: "I am now seeking those three persons whom I changed into deer, but cannot find them anywhere, and I have exhausted all my powers. The word has gone out of my mouth that Uday-bhân is my son and I am his father. In his father-in-law's house preparations are made for his marriage. I have now fallen into a great difficulty. Do what you can for me." King Indra came with all (the attendants of) his throne to see the Guru Mahandar and said, "He is my son, as also he is thine. I will put myself in conjunction with you and all the inhabitants of Indra to get Uday-bhân married," Gossain Mahandar Gur said to king Indra "What thou sayest I also say; but do thou shew me some means of finding Uday-bhân." King Indra said, "We will take all the singing men and singing women and traverse all the forests. Somewhere or other we shall find him." The Guru Ji said, "Well."

The deer forget the sport peculiar to themselves:

The wonderful transformation into the shape of deer ceases,

And prince Uday-bhan and his father

And mother are restored to their former shapes.

One night king Indra and Gossain Mahandar Gur sitting in the clear moonlight were listening to songs. Thousands of deer stood by with their heads bent in attention to their singing, deeply fascinated.

The Mahārāja and the Mahārānī and the Gosain Mahandar Gur go to fetch Rānī Ketaki.

Then the Mahārāja and Mahandar Gur Gosain and the Mahārānī along with Madan-bān arrived at the place where Rānī Ketaki was seated in profound silence. The Guru Ji taking Rānī Ketaki in his arms, made her an offering to prince Uday-bhān and said to her, "Go you home direct with your parents. I am coming immediately with my son, prince Uday-bhān." As to Guru Ji Gosain, on whom be blessings, he indeed goes as he had said. What happened afterwards shall be related; as here you have to consider only the pomp and display. Mahārāja Jagat Prokās ordered it to be proclaimed throughout his country that great troubles awaited those who were disobedient. In every village at the very entrance they were to build a new three arched house, to cover it with red cloth,—and to sew upon the cloth embroidered fringes, small bells, lace, and tinsel. And on all the banyans and pipal trees, whether young or old, wherever there are trees, they were ordered to hang garlands covered with flowers made of lace, so that their brightness and quivering motion might extend from the summit to the root. "The young plants have painted themselves and are clad in red garments. The branches have put on ornaments on their hundred feet. The twigs have arrayed themselves in jewelled fruits and flowers, some with many, and some with few." All the fruits and leaves that were in verdure and greenness adorned their hands all over with the beautiful dye of the myrtle: and wherever the newly married brides had put on bracelets of small pods and the favourite wives bracelets of new buds, all of them filled their bosoms with the flowers of favour and love. And three years' taxes were remitted throughout the whole of the kingdom to all the people in whatever way it could be done, whether on the fields and gardens, or on the ploughing, or on the selling of cloth and rags; and it was ordered that all should make preparations in their houses to celebrate the wedding. And into all the wells of the whole kingdom were poured the contents of the sugar factories. And in all the forests and mountains and hallocks the glittering of lanterns was seen all night long. And in all the lakes, the bastard saffron, blossoms of the palās tree, and flowers of the weeping *Nyctanthes* were lying. And a little saffron also was mixed with the water, and

Madan-bān returns to the Mahārāja and the Mahārānī and tells them the pleasing news.

Madan-bān leaving Rānī Ketakī alone presented herself in great haste before Rājā Jagat Prokās and Rānī Kāmlatī on the mountain where they had taken up their abode; and having made the proper salutation thus addressed them: "Come, enter on the duties of your kingdom, your home is again peopled, and happy days have come. Not a hair of Rānī Ketakī's head is disordered; I have brought you a letter written by her own hand. Read it and do whatever you may desire." The Mahārāja having plucked off a hair from the tiger's skin put it in the fire; immediately Gosain Mahandar Gur arrived, and saw with his own eyes the newly made Jogī and Jogin. He embraced them all and said, "I committed the tiger's skin to you on purpose that you might set fire to one of the hairs when any thing particular happened to you. But in this your present condition what have you been doing? Have you been sleeping all this time? As for that playful damsel you might have shewn her whatever amusements she desired, and if she wished to dance you might have indulged her. But why give the ashes to a girl? As I changed into deer Uday-bhān and his father Sūraj-bhān and his mother Lachmī Bās, it would have been no great difficulty to restore all three to the former shape. Well, let by-gones be by-gones. Now rise up, enjoy your kingdom, and make preparations for the marriage. Do you now call your daughter to you. I have adopted prince Uday-bhān for my son, and I am about to get him married." As soon as the Mahārāja heard this, he returned to his kingdom and seated himself on the throne. He then immediately issued a proclamation that the people should cover every story of their houses and the roofs with gold lace, and should bind on the bushes and hills gold and silver garlands, and should weave strings of pearls in the trees; and "give this order," said he, "that I shall be displeased with whatever family does not keep up the dancing for forty days and forty nights, and shall know that that house is not my friend in the various fortunes that befall me." For six months the kingdom remained in this state of whirl and excitement, no one who could walk ever standing still, but keeping on the move day and night. Everywhere this was the order of the day.

into the fire-place. The Guru has utterly desolated both kingdoms. Prince Uday-bbân and his father and mother are, on the one hand, quite ruined; and, on the other, Jagat Prokâs and Kâmlatî are destroyed. Had it not been for the ashes, how could this have happened?" Madan-bân went forth in search of them. Having applied the collyrium, she wandered about crying 'Râni Ketakî, Râni Ketakî.' Many days subsequently Râni Ketakî happened to be exclaiming, among a flock of deer, 'Uday-bhân, Uday-bbân.' Each recognised the other, and cried out to her to wash her eyes. They met and sat down near a pool. Embracing each other they bemoaned, so that their sobs resounded among the mountains. Their sighing filled the woods, and their sobbing was heard on the mountains. Finding a pleasant shade they sat down in it, and began to recount their adventures.

Râni Ketakî's conversation with Madan-bân.

Râni Ketakî related all that had befallen her, and Madan-bân reiterated her former complaints, and told her in full bow her parents had on her account become devotees and had gone into seclusion. When she had told all she began to laugh. Râni Ketakî was angry at her laughing and replied, "I am not dissuaded by your laughing; let any one laugh that will. My motto is that I am caught, that I am caught. Now, indeed, have all sorts of misfortunes overtaken me, Why seek for the thorn in my foot; it has entered into my soul." Madan-bân wiped away Râni Ketakî's tears, and said, "If you will stop at any place, I will privately bring your disconsolate parents to you, and through them will bring this affair to a termination, The ascetic Mabandar Gur, whose doing all this is, is under their authority. If what I say meets your approval, the days that are past may come again; but you do not approve it. But why am I chattering? I will undertake for you." After the lapse of many days Râni Ketakî gave her consent, and sent Madan-bân to her parents, despatching by her hands this note which she wrote: "If you can do anything, arrange with the Jogî and come."

answer you then returned? Now that the prince Uday-bhân and his parents have all three become deer of the forest, how is one to know where they are? Thus to persist in thinking of him, in a style unprecedented in your whole family, is unbecoming. Abandon this intention. Otherwise you will rue it, and will suffer the consequences of what you do. I can be of no assistance. Any good resolution of yours should never pass my lips while I lived; but this affair I cannot conceal. You are still inexperienced; you have seen nothing. If I shall perceive that you are really fixed in your determination, I shall inform your parents of it, and shall have those ashes, which that cursed wretched goblin, son of a dolt, the ascetic, gave, taken away from you." Râni Ketaki, on hearing this incivility of Madan-bân put her off with a laugh, saying, "Every one whose heart is not his own, has myriads of such vain thoughts as mine; but there is a wide difference between saying and doing. Well, it would be an impropriety in me to abandon these dominions and my modesty, and wander about running and leaping after deer. And you are a great simpleton to have thought me in earnest, and to have begun a quarrel with me on this account."

Râni Ketaki applies the ashes to her eyes, and escapes from the house. Great and small are all in consternation.

Ten or fifteen days afterwards, one night Râni Ketaki, without conferring with Madan-bân, applied the ashes to her eyes and left the house. The state of her parents beggars description. All made up their minds that their spiritual guide must, for some cause, have summoned Râni Ketaki to him. The Râjâ Jagat Prokâs and the Râni Kâmlatâ, quitting, on account of this desertion, their kingdom and all else, repaired to the summit of a mountain, having left one of their subjects in charge of the government. After an interval of many days the Râni addressed the Râjâ Jagat Prokâs in these words: "Madan-bân will know whatever is to be known of Râni Ketaki's secret. Send for her and make enquiry." The king called and questioned her. Madan-bân revealed the whole affair. "Madan-bân," said Râni Ketaki's parents, "if you were only with her, we should have some consolation. If now she sends for you, do not refuse: go and join her. Keep by you all the ashes that are left. Why should we throw them

not heed." "What are ashes?" said the Rājā. "She is dearer than my very life. What is one life, if she may be amused for an hour? If I had a myriad of lives, they should be devoted to her." So he gave Rānī Ketakī a little of the ashes out of the box. Several days she continued playing at blindman's-buff with her attendants, in presence of her mother and father, and diverted them all. Of the hundreds of trays of pearls which she bestowed, what shall I say, but that they were a trifle to her? Yet I could not speak accurately of them in myriads of volumes.

Rānī Ketakī is disquieted for love, and Madan-bān refuses to attend her.

One night, Rānī Ketakī, while reflecting in those matters, thus addressed Madan-bān, "Now will I, unfortunate, bid adieu to modesty. Do thou second me." "How can this be?" said Madan-bān. Rānī Ketakī informed her that she had procured the ashes, and added "In anticipation of this day did I make a pretext of playing blindman's-buff." "My heart is all of a flutter," said Madan-bān. "It may be that you may make a collyrium for your eyes of these ashes, and that you may apply it to mine also; and that no one shall see us, and that we shall see everything. But how can we be so infatuated as forgetting our beauty to wander in the woods and swing with our hands on the horns of deer? And where is he for whom all this is to be done? And if he were to be found, how will he know that this is Rānī Ketakī, and that this is Madan-bān, her wretched, scratched, torn, and wounded companion? A curse on this love, for abandoning the kingdom of your parents, and pleasure, and sleep, shame, we are called to wander on the banks of streams! It would be unseemly too. If he were in his own form, there would be some little hope of finding him. But as it is, I cannot undertake knowingly to render desolate the house of the Rājā Jagat Prakāś and the Rānī Kāmlatā, and to deceive and lead away their only darling daughter; and to cause her to wander here and there, and to make her subsist upon the leaves of the forest; and to reduce her to misery. This mad course did not occur to you on that day when war was raging between your parents and his. By the band of the gardener's wife he wrote to you to beg that you would flee away with him. Have you forgotten what

own. Again does all this present itself to my eyes, and still is my heart as then it was. How shall I forget him, and what shall I do? And how long am I to fear my mother and my father? Just now, O Madan-bān, I have heard that Uday-bhāṣ has been turned into a deer. Now will he be eating the green green grass. Thou, too, sunk in grief, dost pity me. I have been fascinated; so give me not those fresh flowers to smell. Take them away; for my liver is rent into a hundred pieces. Collect not my life now dispersed, but bring me a bundle of grass. I would see its verdure. And what else now can I say to thee? My eyes start like a deer's, and the lashes of my eyes are dishevelled like the grass of the forest. When any look at me, they moisten, and are suffused with the dew of tears. Since my state has become as now, I have lost all my lustre.'

In this style, when Rānī Ketakī was alone, did she string the pearls of verse before Madan-bān.

Rānī Ketakī begs some ashes from her mother, Rānī Kāmlatā, in order that she may play at blindman's-buff, and is displeased at being refused. Rājā Jagat Prokās sends for her, and talks affectionately with her, and gives her some of the ashes.

One night Rānī Ketakī, wheedling her mother, Rānī Kāmlatā, spoke and requested as follows: "Where have you placed the ashes which the Guru Gosain Mahandar Gur gave to my father? And what are they for?" Her mother replied: "Tell me, I beseech you, why you ask this." Rānī Ketakī rejoined: "I want it to play at blindman's buff with. When I play with my attendants, and I am thief, then no one will be able to catch me." The Rānī replied: "This is not a thing to play with. Such charms as these are kept for aid in an evil day. Who can know at what time evil will come."

Rānī Ketakī, greatly vexed at her mother on this account, arose and departed, and ate nothing the whole day. When the Rājā sent for her, she said that she had no appetite. "And have you heard what is the matter?" cried Rānī Kāmlatā, "Your daughter has been asking for the ashes which the Guru gave us, to play at blindman's buff with. I refused to give it, and told her that it was not a thing to be played with, but that the Guru had given it against evil days. At this she became displeased with me. I amused and coaxed her, but she would

kingdom! Why should I trouble you so much?" On hearing this, the Jogi Mahandar Gur replied: "You are my sons and daughters; be comforted, be tranquil and at your ease. Who now is such that he dare scowl upon you with enmity? I have given you this tiger-skin and these ashes. If any such difficulty befall you, pluck a hair from the skin, and light it in the fire. The hair will not have been consumed before I shall hasten to you. As for the ashes, they are for this purpose, that whoever desires, may, by using them as a collyrium, see everything without being seen himself, and he can do whatever he pleases."

The Gurr's going to the Rájá's habitation.

Revere the feet of guru Mahandar Gur, and give praise to the Mahárajá, for from him nothing is hidden.

Raja Jagat Prokás, waving over the Guru a fan of peacock's feathers, conducted him to his queens, who filled their laps with flowers of gold and silver and offered them to him, and prostrated themselves before him. He patted them on the back, Ráni Ketaki also prostrated herself before him, but in her heart bitterly reviled him. The Guru, after remaining there seven days and nights, and enthroning the Rájá Jagat Prokás, having mounted his tiger-skin in the same manner as he came, hastened back to Mount Kailas, and the Rájá began to rule as before.

Ráni Ketaki, as described in couplets of her native tongue, laments before Madan-bán, and, at the thought of what has passed, gives up all hope of life.

Great was the agitation of the Ráni and she took no note of evil or of good. Mutely she sighed, and wished not for life. But ever and again she exclaimed, 'O Madan-bán, alas! day and night am I absorbed in these thoughts. Thirst I feel not, nay, nor hunger; still do I see those green green trees. Tell that the dread of an unexpected calamity has befallen me; tell that love has here taken up its abode. Among the mango-trees didst he alight, and the night wind was sighing; stealthily did I arise and approach him, and thou didst apprise him of my passion. I took off his ring, and I gave him my

hands of a flying messenger, Jogi Mohandar Gar raised a scream, which made his army tremble.

Having smeared his face with the ashes of cow-dung and muttered a spell, he mounted a horse of the air. And all his disciples being seated on the skins of antelopes, and having taken the charmed balls in their mouths, awoke Gúrah by their shouting. In the twinkling of an eye, they arrived at the place where the two Rājahs were contending.

First, there came a dark storm, then a fall of hail, then again, a dark storm, so that no one retained his consciousness. As to the elephants, the horses, the people, the armament, which were of Rājah Surajbhān, it was not understood where they had gone, or who had carried them off. But upon the people of Rājah Jagat Prokis and of Rāni Ketki it rained perfume in fine drops.

When all this was over, the Gurú said to his disciples, "Change these three, Udebbhān, Surajbhān and Lutchmibās into deer, and let them loose in some forest; their companions, tear in pieces. As the Gurú said, it was forthwith done. The Kunwar and his father and mother, having become deer, remained picking up the greenest grass for many years. And of their armament no abiding place, or hope remained; no account of where they had gone, or where they were staying.

Here let this part of the narration be suspended awhile.

Translation by Rev. S. Slater, Senior Professor of Bishop's College.

Listen again: listen to the story of Rāni Ketak's father, the Rājā Jagat Prokis. The whole of his family fell at the feet of the spiritual guide, and, bowing their heads, spoke thus: "Great Sir, you have done a great favour in rescuing us all. If you had not arrived this day, what fate would have awaited us! For we were all on the point of perishing outright. These wretches can now do us no harm. Devote and deliver our empire to whomever you will; and receive us as your devoted servants and take us with you. We cannot support the kingdom by ourselves. You have saved us from the hand of Súrājbhān. If once his uncle Chandarbān shall make an assault on us, how will escape be possible? It cannot be through my power. A curse, too, on such a

contrary to the duties of son and daughter. I love you better than life. Of what consequence is one life, if a myriad of lives be lost? But to fly would in my eyes be unseemly."

When the Kunwar received this letter written in betel-juice, he made a sacrifice of a gold dish filled with abundance of pearls, diamonds and topazes, and left it at discretion. But his uneasiness increased with this letter four and five fold. The letter itself, he bound on his fair arm.

The coming of Jogi Mohandar Gar from Mount Kailás, and his turning into deer Udebbán and his father and mother.

Jagat Prokis thus wrote to his Gurú who lived on Mount Kailás: "Be pleased to help me. A great hardship has befallen my unfortunate self. Such conceit has taken possession of Rájah Surajbhan that he has planned an alliance with my royal family."

Mount Kailás is entirely composed of silver. On it, Rájah Jaggat Prokis's Gurú, Mohandar Gar, whom all call Indar, in reflection and contemplation, with some ninety lakhs of pilgrims spent the day and night in the worship of his God. Silver and gold he made out of tin and copper, and on putting a certain concocted ball into his mouth was able to fly in the air. If you have patience, I will tell of other things relating to him, which are beyond comprehension. He could turn down gold and silver, and transform every object as he wished. Before him every thing was as play; and in performing on the pipe and in singing, all, save Mahádeo, confessed their inferiority to him. Sursi also whom they call Pandon, had learned the notes from him. In his presence, the six Modes and their thirty-six wives assuming the appearance of slaves, stood reverentially day and night. The names of the Atyts or disciples were Bhyrongar, Bhúbhágar, Hindolgar, Mckhnáth, Kedárnáth, Dipak Dás, Joti Sarup Dás, Sárung Rúp; and the female disciples were named after this fashion; Gúpti, Asiwari, Gauri, Málaké, Biláwal. When he chose, he was wafted in the space between heaven and earth, seated on his throne, and ninety lakhs of the *jabbers*, who were his disciples, each putting a prepared ball in his mouth, wearing raiment of the colour of ochre, with matted dishevelled locks, accompanied him.

When the letter of Rájah Jaggat Prokis was delivered by the

your father-in-law, who will no doubt bring the proposal to a successful issue."

A great difficulty befel the brāhman who, having seen an auspicious hour, had gone thither in great haste. On bearing his business the father of Rānī Ketkī said: "There can be no alliance between them and us. His ancestors in presence of my own always spoke with hands joined in reverence; if for an instant they saw a frown, they trembled. What if they have waxed great, and are exalted? He to whose forehead, I apply the *nikā* even with my left thumb, becomes a rājā of rājās. Who shall dare to make such a proposal to me?"

The brāhman highly incensed said he also thought of this, and said in a large assembly, "In me and in him there is, I may say, no alloy, subtracting from perfect purity; but I cannot prevail over the waywardness of the Kunwar. Otherwise, so mean a proposal would never have proceeded from me." On bearing this, the Mahārāja threw his staff adorned with flowers on the head of the brāhman, and said, "If I were not afraid of the consequences of the murder of a brāhman, I would forthwith put you under a millstone. Take him away and confine him in a dark cell." On hearing of all that had befallen the brāhman, the parents of Udebhān resolved on war, and his father equipping himself advanced like a gathering of clouds.

When the war between the two Rājās commenced, Rānī Ketkī began to weep like the rains of July and August, and the same thought entered the minds of both: "What an attachment this is, that causes the shedding of blood, and the heart to long for good tidings, and to long in vain."

The Kunwar secretly despatched the following letter: "My heart is now breaking. Let the Rājās fight against one another. Do you, by whatever means it can be effected, call me to your side. United, we will go to some other country. What is to happen, let it happen." A maid's wife, who was called Pibūkālī, took the Kunwar's letter, concealed in the leaves of a flower, to the Rānī. Ketkī rubbed her eyes with that letter and gave her a large dish filled with pearls. Upon the back of the letter, she wrote in the juice of the betel, "O Master of my heart! If you cut me in pieces and throw my flesh to the kites and crows, even then there will be ease in my eyes and gladness in my heart. But this flight, which you speak of, is not good. It would be

"What misfortune has befallen you, that you are always lying down and weeping? Give the royal dignity to whomsoever you please: only say, what you want. Why do you take no interest in any thing? What is there that cannot be effected? Speak out, open your heart to me: what you hesitate to say, send to me in writing. Whatever you write shall be immediately fulfilled to the letter. If you say, 'Cast yourselves into a well,' we will both do so; if you say, 'Cut your head off,' we forthwith will do it." Ude-bhân, who hitherto spoke not at all, having the prospect of writing opened to him, said this much: "Good! be pleased to take your departure. I consent to your proposal of writing. But in no way speak before me of what I shall write about: else, I shall be ashamed. On this account I said nothing in your presence." He wrote as follows: "Now that my life is ready to depart, and as I must speak out, and that you have examined and proved me in a hundred ways, without shame, with reverence, without disguise, and with entreaty, sorrow and deprecation, I thus write. In this world, no one is secure from the attacks of love. Indeed, who is there without sorrow? That day that I went to look at the verdure of the fields, when there a deer with ears erect held on before me, and I pursued at full gallop. As long as there was light I continued the chase at full speed. When after the setting of the sun, darkness appeared, my heart was oppressed. Seeing some tamarind trees, I went under them. The leaves of those trees captivated my heart. The diversion going on there was that of swings, in which some females were engaged. The leader of them all was a certain Râni Ketki, the daughter of Mahârâja Jagprokâs. She gave me this, her own ring, and took mine, and also entered into a contract in writing. Thus do this ring and her contract and mine come before you. Please to look at them, and do that by which your son's life may be preserved."

The Mahârâja and Râni upon the arrival of their son's letter, wrote as follows: "We have both, out of regard, rubbed that ring and that contract with our eyes. Grieve no more. If the parents of Râni Ketki listen to your suit, they will be our child's father and mother-in-law, and the two rules will become one. And if there should be any denial, then as far as it can be effected by the force of our arms, we will bring you and your bride together. From this day, grieve no more, play, divert and enjoy yourself. Having considered the divisions of time that will be fortunate, we will send a brâhman to the house of

The story of the Rānī was as follows: "She is the daughter of Rājā Jagprokās and Rānī Kāmlathā. A month before, her father and mother said to her 'Go and divert yourself by swinging in the grove of tamarinds.' This day that she has become acquainted with you, the time is up. The addresses of many Rājās' heirs have been rendered, but none of them have proved acceptable. What a destiny is yours! That in the greatest secrecy she has come to see you, taking with her me, the familiar friend of her childhood. Do you now tell your history, what country you come from, and who you are."

He said, "My father is Rājā Surajbhān, and my mother Rānī Lachmibās. Whatever alliance may be entered into by us will be no wonderful or extraordinary matter. It is in the usual course of things from time immemorial. It's as broad as it's long: are not matches sought out? The affair so much desired by the two Rājās has befallen favourably. It was but the union of our hearts that was wanting."

Madanbān then said: "The thing is done: make an exchange of rings, and let there be a written contract between you: then no ground for doubt will remain." The Kunwār put his ring on the finger of the Rānī, and she put hers on his, and gave him a little pinch. On this, Madanbān interposed, saying, "Of a truth, this has gone too far: to go so fast is not good: my life is in danger. You must now get up, and leave this man to sleep, or if he like it, to weep." When the affair was consummated, at the last watch of the night, the Rānī taking her attendants went to the place from which she came.

Kunwar Ude-bhan also mounting his horse and joining his retinue, went home. How shall I describe the state of the Kunwar? Words are inadequate. He neither ate, nor drank; he held intercourse with no one; he neither spoke nor listened, remained immersed in the subject of his thoughts, whatever that was. By degrees, reports of this began to spread among the people. One and another said to his father and mother: "There is some secret grief preying on his mind. That Udebhān, who is the light of your house, now knits his brows, and looks discomposed. He never sets his foot out of doors. If the females of the house try to divert him in any way, he does nothing but heave a deep sigh; and if any one grieve him much, he goes within the curtains of his bed, hides his face, and sheds floods of tears." On hearing this, his father and mother came running up to him and embraced him, kissed him, fell at his feet, and besought him, saying,

face may be turned. I have nothing to do with any one. Having, in pursuit of a deer, left all my people, I had set off at full speed. As long as there was light, I was intent on the chase. When darkness overspread the earth, and my mind was greatly bewildered, I came here seeking the shelter of these trees. There was no let or hinderance, that I should conceive an unfavourable issue, and pause. Without restraint, out of breath, I came hither. How did I know that these high-horn damsels were swinging themselves? But it was thus predestined. For years will I stay here, and play at swinging."

Having heard these words, the wearer of the red suit, whom all the rest obeyed, said, "Pray, Sir, don't jest with us. Tell this man that he may lie down wherever he likes, and whatever meat, or drink he requires, furnish him with. No one has yet killed a guest. The look of him, his reddened cheeks, his parched lips, his panting horse, and his own confusion and trembling and deep sighs, with his falling down motionless, prove him to be sincere. Could any false pretence escape detection? But as some sort of screen between him and me, hang up some clothes." Having obtained so much protection, Ude-bhán made his bed in the most distant nook formed of five or six saplings. Having made his hand a pillow, he was wishing to go to sleep. But did ever sleep come in connexion with the wish felt? As he lay discoursing with his own thoughts, what should happen but the night began to whisper and his companions all remained asleep.

Ráni Ketki, waking her maid Madanhán, thus spoke: "Do you hear? come hither, and tell me if you have heard any thing. My heart is suddenly fixed on this man and cannot forhear. You know all my secrets; now, happen what may, whether my head remain on my shoulders or not, I will go to him. Do you go with me, but I entreat of you to let no one know it. His Maker and mine have united him to me as a husband. I accepted him from the time we met in the tamarind grove."

Ketki, taking the hand of Madanhán, went to the place where the Kurwár was lying down, thinking and talking to himself. Madanhán, going before her, began to speak, as follows: "Supposing you to be alone, the Ráni has come herself." Ude-bhán hearing this, arose and sat up, saying: "Why not? This is a meeting of hearts." The Kurwár and the Ráni both remained silent, but Madanhán amused them. By degrees, they all three disclosed their history.

The Development of the Tale, and Embellishment of the Diction.

In a certain country in the house of a Rājā was a son. Him his father and mother and all the people called Kunwār Ude-bhān. Truly, in the splendour of his beauty, a beam of the sun had been blended. His goodness and worth were such as cannot be described by tongue or pen. Being between his fifteenth and sixteenth years the down on his cheek began to sprout: He began to strut and give himself airs, and pay no respect to any one. Further, serious consideration on any subject found no entrance or abiding place in his mind and the breadth of the stream of friendship was not seen by him. One day having mounted his horse to see the country, he went away pranking, seeing, and looking about him, in company with other boys. His heart beat when he saw a deer before him. In pursuit of that deer he put his horse to a gallop, leaving them all behind. What horse could come up with him? When the sun set, and the deer was no longer to be seen, the Kunwār hungry, thirsty, yawning, gaping, distracted, began to seek some shelter. In the meanwhile some tamarind trees met his eyes. Having set off towards them, what a sight he saw ! Forty or fifty girls, one more beautiful than another, playing at swings and singing *Jāwan*. When they saw him, "Who are you?" "Who are you?" they began to bawl out.

"A day-light thief he is," said one;

"A cunning fellow," quoth another.

Of that one, who was engaged at play and who wore a suit of red clothes, whom all called Rānī Ketkī, the love of him made a resting place in the heart. But conversation she resolutely forbade, saying, "How can such an intercourse be called proper. When you dropped upon us all at once, you knew that some women were playing at their games. Now, Sir, do you, who have in this sort so boldly come hither, withdraw into some retirement." Then he, having felt the stroke of pain, said, "Do not look unkindly upon me. Weaned with the labours of the day, I will lie down, making the covering of a tree a defence against the dew; early in the morning before the mist has passed away, I will go in whatever direction my

resolution, my heart expanded like a rose bud. Of course, no foreign words or barbarous expressions were to appear in it. Of those who heard my intention, one, a great wisacre, an old curmudgeon, quarrelsome withal, and possessed of stentorian lungs, was determined to oppose the plan and introduced his nonsense by making faces, shaking his head, turning up his nose, lifting his eyebrows and turning away his eyes. He said, "It does not appear how this can be; that the Hindoowy quality of the style should not appear and the Bhakha not slip in: that the style common amongst the first sort of people, the super-excellent, should remain as it always was, and that neither of these should be reflected in it. This is impossible."

The difficulties he made were an offence to me, and I became angry, and said; "What I said was not so wonderful as to make a grain of mustard seed appear a mountain, and mixing truth with falsehood to be obliged to convince and persuade my bearer by the aid of pantomime, and construct entangled and unconnected sentences without measure or moderation. How should my lips make the promise of a thing which I am unable to perform? In what way soever it is effected an end is put to this dispute."

The narrator of this story here declares himself, and to that degree in which some people proclaim him in the way of praise, speaks conformably. Passing the right hand over the face in consideration, I explain myself. Whatever my Benefactor willed, I shall essay, and leaping, jumping, running, striving, will shew my skill. Seeing which, the steed of your fancy, which is faster than lightning even, and in his bound like the deer, will be lost in amazement!

Mounting my horse, I come,
The skill I have, I shew it all.

Do you turn your ear to me and giving me a little of your attention, see what a display I make, and what sort of flowers I disclose from the petals of my lips.

In the name of GOD the most merciful and clement.

Having bowed the head, I rub my face in the dust before that Maker by whom we all were made, and by whom in an instant were revealed all those things of which the secret had been penetrated by none.

The breath that comes and goes, if the thought did not turn on him, would be a noose for our necks. How shall this puppet, that holds in remembrance the Being that disposes it, fall into any difficulty? And how shall gall and bitterness be met with? Taste the sweetness of that fruit as former generations have tasted of excellence from their elders. To see, He gave the eye; for hearing, the ear; the nose also be made prominent amongst all the features; and to our forms, granted a soul. To a vessel of clay, how is it possible to declare the skill of its Maker? The truth is, how can the created praise his Creator, and what shall he say? Let him thus vainly talk, who will; not I. If as many hairs as there are from head to foot were all to speak in praise, and remain in that case as many years as there are sands in all the rivers, and blossoms and pods in the fields, even then the task could not be fulfilled.

With this bowing of the head day and night I repeat prayers in my heart to that Friend of God, far advanced in favour, on whose account it was said, "If Thou hadst not been, I would have created nothing." And of his cousin Ali, whose marriage was contracted in his family, the remembrance has always been with me. I waxed great exceedingly, and was not able to contain myself. And as many children as there are of him, they are our salvation: for any others, I have no place in my heart. Out of the pale of this family, what have I to do with any vagabond, thief, robber, or man-slayer? In this world and the next, I place my hope day and night on them and their house.

The beginning of a wondrous Tale.

One day while I was sitting doing nothing, it came into my head to write a story in which the Hindoowy dialect should be preserved in its purity free from any admixture. Having taken this

wider from the idiom of the people they preclude the millions from obtaining information, and prepare the ruin of the literature which of late years they have been cultivating. In the British territory (particularly at Agra, Dehlee and Benares) this abuse is not carried so far and many learned natives are of opinion that the Hindee element ought to be developed in Urdu in preference to the Persian. This no doubt is the right view, it being the only way of making literature popular and it is in order to further it that I publish this literary curiosity. The Asiatic Society is perhaps to be blamed for not paying more attention to the vernacular languages of India than it has done of late years; and to those who blame us for this neglect this very elegant composition will not be unwelcome."

This tale is a specimen of a class of compositions frequent in the East, not unknown in Ancient Greece, and characteristic, I believe, of every literature, when the period of its decline has arrived. The common feature to which I allude is that of writing under needlessly imposed and difficult conditions, such as the omission throughout of some letter, or a construction in which sense would be preserved if the order of the words were reversed. These curiosities cannot all be considered useless. As the fetters of rhyme have led to increased richness of style and variety of expression, so the compositions alluded to may have promoted philological learning, however little they may have contributed to the advancement of real knowledge and the increase of ideas. The piece before us seems to possess the greatest merit that works of its class can have. It is a magazine of Hindee words and phrases, and considering that the author is able to offer the usual praise to his God and Prophet without the introduction of one Arabic word, it must be considered as a good display of the powers of the language he has selected.

As many of the words used are not in Thompson's Hindee Dictionary, or the 3rd edition of Shakespeare's, I intend to make a list of the desiderata, and place it at the end of the paper.



A TALE BY INSHĀ ALLAH KHAN

*A Tale by Inshā Allah Khan, Communicated and translated by L. Clint, Esq.,
Principal of La Martinière College, Lucknow.*

The tale submitted to the Society was placed in my hands by Dr. Sprenger for publication and translation, in consequence of his not being able from want of time to perform the task himself. Before he became aware that he would not be able to fulfil his intentions, he had drawn up the following notice of the subject, which, with his permission, I introduce.

"The Biography of this poet is in Garcin de Tassy's excellent *Histoire de la Littérature Hindoustanie*. He flourished in the beginning of this century at Lucknow. Besides this tale, a *masnawī*, and some minor compositions, he left a *dywan*, which is in our library, and he is the author of a great portion of the *Daryā Lafīf*, which has lately been printed at Murshidābād."

"I found a copy of this Tale in the Moty Mahall library at Lucknow and had it transcribed. Its value consists in a peculiarity of style ; though pure and elegant Urdu and fully intelligible even to the Musalmans of the Court of Dehlee or Lucknow, it does not contain one Persian word, whereas the language usually spoken by fashionable persons in these two cities is almost purely Persian. In Lucknow in particular the Hindee words are very sparingly used. This is much to be regretted, because the people of the villages and even the Hindus in the city who are neither directly nor indirectly connected with the court pure Hindee and even the educated in their *zanānahs* and in their childhood a language containing a great admixture of Hindee words. The Persian Urdu which they write is therefore even to them foreign and artificial and conveys no force. Another mischief is that by removing the written language wider and

Appendix

(List of untranslated words in the English text)

- Sān:** A special song during the rejoicings of the month of Sāwan—the fourth Hindu month, July-August.
- Tikā:** Small round mark (or marks) made on the forehead and between the eyebrows (of coloured earth or unguents) and intended either for ornament or for sectarial distinction (the mark is commonly made at the ceremony of betrothal, or at that of installation to an office; or whom one is setting out on a journey, or a pilgrimage, or is about to undertake an enterprise).
- Dōmnī:** A woman or girl of the *dām* caste of Muslims who sings and dances but only in the presence of women.
- Gopī:** The wife of a cow-herd; a cowherdess (esp. applied to the cowherdesses of Virandā-van, the companions of Krishna's juvenile sports).
- Ghāt:** A bathing-place, or a place for washing clothes (on the bank of a river); a masonry embankment of the side of a river.
- Keoṛī:** Name of a plant which bears a strong-scented flower, a species of *Pandanus odoratissimus*; the flower of this plant, scent made from this flower.
- Gosā'in:** The master or possessor of cows or of herds; a devotee, a saint, a holy man; a caste of Brahmans, an honorary title affixed to proper names.
- Jogī:** A contemplative saint, a devotee, an ascetic, a hermit, one supposed to have obtained supernatural powers, a magician, a conjurer.
- Jogin:** The wife of a *jogī*.

Kahānī, which is deplorably lacking in the research tools of Urdu language.

At the end, I quote Prof. Aziz Ahmad (1913-1979), who writes:

"Inshā's *Rānī Ketkī ki Kahānī* (1809) is regarded by some as an early example of Hindu prose [T. Grahame Bailey, 'Hindi Prose before the 19th century', in: *SOAS*, ii, 1923-25]. This would be the retrospective application of a criterion of distinction. Inshā' could not possibly have imagined that he was writing in anything except Urdu, from which, not for the purpose of 'Hindification' but as a literary *tour de force* he excluded all Arabic and Persian vocabulary, like Faizi before him who had written a commentary on the Qur'ān without diacritics."²⁰

Lahore
28.6.2014

M. Ikram Chaghatai

²⁰ Aziz Ahmad: *Studies in Islamic Culture in the Indian Environment*. Oxford 1964, p. 256.

task has been adequately done by the editors like Sayyid Qudrat Naqvi and Sayyid Sulaiman Husain.

- iii) A glossary has been prepared with the help of Sayyid Qudrat Naqvi's edition (1973) and Dr. Sharif Ahmad Quraishi's book.⁵⁶
- iv) With the text, its English translation (by L. Clint and Rev. S. Slater) was published and now after more than one and a half century it has been reproduced.⁵⁷
- v) The translators retained a few words in original. Their translation has been given in the appendix.
- vi) A very important introductory remark by A. Sprenger, who was responsible for *Kabani's* text and translation,⁵⁸ shows that after the abolishment of Persian as an official language, the British influential and high-ranking literati intended to diminish the usage of Persian and Arabic words in spoken and written Urdu and attempted to popularise the Hindi words. In this way, they could accelerate the process of harmony between the Muslims and Hindus. For achieving this goal, they encouraged such literary works like *Kabani* but ultimately they failed and thwarted in their aims.

In addition to Arabic, Persian and English departments, there were also Sanskrit and Hindi departments in the Delhi College. The students did not take much interest in having admission in these two departments. Sometimes, the concerned authorities were thinking to close them, but the Lieutenant Governor decided to continue them.

CF. *General Report on Public Instruction in the North Western Provinces of the Bengal Presidency, 1847-1848. Agra 1849.* (British Library. No. v/24/906)

- vi) An attempt has been made to give a bio-bibliographical survey of Insha's life and works, particularly the present

⁵⁶ Under the title *Rasi Kiyaki ke Kabani ke Farhang*. New Delhi, 2008.

⁵⁷ In: *Journal* ... op. cit., 1852 and 1855.

A Japanese Urdu scholar, So Yamane (Osaka University), informed me that he is translating *Kabani* in his own language (17th February 2014).

⁵⁸ Reviewing this translation of L. Clint, Garcin de Tassy mentions that it was published under the "auspices of indefatigable savant, A. Sprenger." (see *Journal Asiatique* (Paris) iv Série, tome xix (1952), p. 566, "Nouvelles Littéraires")

mentioning his name as the compiler.³¹ Later on, both editions of 'Abd al-Haq and 'Arshu were minutely studied and with a detailed introduction, vocabulary and textual variants a new edition appeared and frequently reprinted.³² Simultaneously, the other editions, mostly based on the Anjuman edition (1933), continued to be published,³³ but after the discovery of its two manuscripts from the Khuda Bakhsh Oriental Library (Patna), the scholars are paying more attention to them.³⁴

Irrespective of favourable and adverse remarks by linguists and literary scholars about this romantic tale of *Inshā'*,³⁵ its significance still exists because of the unique experiment, made for the first time in the history of Urdu prose. In fact, its pure Urdu without an admixture of any single word of Arabic, Persian and Turkish languages, its entirely different style of writing, originality of its narrative based on Hindu mythology and supernatural elements and its characterization resulted in the present edition which contains the following distinctive features:

- i) Despite the discovery of its manuscripts from Rampur and Patna, the text is based on an old and authentic manuscript of Oudh's royal library, copied by the cataloguer, Alois Sprenger. Probably, *Inshā'* orally presented it in one of the Nawwāb's court who immediately managed to scribe and afterwards preserve it in one of the royal libraries of Lucknow.
- ii) The present text has been collated with the newly-formed manuscripts but the textual variants are not given, as this

³¹ Karachi: *Anjuman-i Taraghi-i Urdu*, 1933.

³² Edited by Sayyid Qudrat Naqvi. Karachi: *ibid.*, 1975, 1986, 1993, 2003.

³³ New Delhi: Maktaba Jami'a, 1970; Bombay, 1972 (with an introduction by Dr. 'Abd as-Sattār Dalvi; Gorakhpur, 2000 (ed. by Dr. Afghān Allāh Khan).

³⁴ Edited by Dr. Sayyid Sulaiman Hussain. Lucknow: 1975, 2004; (Introduction, pp. 48; text, pp. 51-106, with textual variants; based on the ms. of Khuda Bakhsh Oriental Public Library) New Delhi: Akif Book Depot, 2010 (Introduction by Dr. Shanf Ahmad Quraishi), text (pp. 35-61).

³⁵ The introductions by its editors, especially Maulawi 'Abd al-Haq, Imtiaz 'Alī 'Arshu, Sayyid Qudrat Naqvi, Imtiaz Hussain and Sayyid Sulaimān Shah; see also Aslam Pervaz: *Inshā'*, op. cit., pp. 176-178, 'Abd Pethāwan: *Inshā'*, op. cit., pp. 423-512; M. Habib Khan: *Inshā'*, op. cit., pp. 70-77 Giyan Chand Jau: *Urdu ke sam Dastawaj*. Karachi 1969 (1954), pp. 240-251; Jamil Jālib: *Tārkh...* op. cit., III (2008), pp. 158-165.

elegant Urdu and fully intelligible to the Muslims of Delhi and Lucknow, does not contain a single Persian word. On the other hand, it is equally free from the Sanskritisms of Pandits. The idiom (including the order of the words) is distinctly that of Urdu, not of Hindi. In this last respect, it differs from the works of Ajōdhya Singh Upādhyāy, in which the order of words is that usual in Hindi.⁴⁶

This voluminous and extensive linguistic survey opened new vistas for further research about vernacular languages of India including Urdu. Among the early Urdu scholars, Maulawī ‘Abd al-Haq was the first littérateur who used this part of Grierson’s encyclopedic work verbatim. The preface of his popular Urdu grammar shows his extensive borrowings from this source.⁴⁷ In this perspective, it may be conjectured that Maulawī ‘Abd al-Haq took the idea of publishing *Inshā’s Kabīnī* from Grierson’s note in which he referred the concerned numbers of the *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (1852 and 1855). For the first time, he published the *Kabīnī* in his journal entitled *Urdu* and in its introduction he clarified that its text was based on the text published in the above-mentioned *Journal*, from Oudh manuscript which A. Sprenger discovered from Moti Mahall library of Lucknow.⁴⁸ A few years later, ‘Abdul Haq published it in a separate book form, after collating its text with an edition of Devanagari script.⁴⁹ After some years, Imtīāz ‘Alī Khan ‘Arshī found another manuscript of the *Kabīnī* from the State Library of Rampur⁵⁰ and published it without

لغوی تحقیق کے لیے ایک جامع اور مفید کتاب

لغوی تحقیق کے لیے ایک جامع اور مفید کتاب

⁴⁶ *Linguistic Survey of India*, by G. A. Grierson. Vol. ix, pt. i, reprinted: Delhi 1968 (1916), pp. 34–35.

⁴⁷ For detail see my article on the first grammarian of Urdu in: “*Miṣṣar* (Islamabad), vol. 10 (2014), pp. 1 ff.

⁴⁸ Vol. 6, April, 1926, pp. 267–298.

⁴⁹ Awarangabad 1933. He got it from his Hindu friend, Pandit Manohar Lal Zutshi. Perhaps the same edition that was edited by Babu Shyam Sunder Das, (Varanasi, 1925); see also *Kabīnī* in Urdu and Devanagari scripts, published from Bombay: Mahatma Gandhi Research Center, 1972 with an introduction by ‘Abd al-Sattār Dabhi.

⁵⁰ Library No. 277, pp. 59; cf. ‘Arshī’s article in *Nijā Daur* (Lucknow), April 1960, p. 8.

the words were reversed. These curiosities cannot all be considered useless. As the fetters of rhyme have led to increased richness of style and variety of expression, so the compositions alluded to may have promoted philological learning, however little they may have contributed to the advancement of real knowledge and the increase of ideas.

The piece before us seems to possess the greatest merit that works of its class can have. It is a magazine of Hindee words and phrases, and considering that the author is able to offer the usual praise to his God and Prophet without the introduction of one Arabic word, it must be considered as a good display of the powers of the language he has selected.

As many of the words are not in Thompson's Hindee Dictionary,⁴¹ or the 3rd edition of Shakespeare's,⁴² I intend to make a list of the desiderata, and place it at the end of the paper."⁴³

For certain reasons, L. Clint could not complete it and the second part of its text and translation came out after three years, with the name of Rev. S. Slater.⁴⁴

Afterwards, this prose-work of Insha' remained popular in the School-books of India but in literary circles, it fell into oblivion for decades. Finally, G. A. Grierson, a worldly-known linguist, referred it in these words:

"This is the celebrated tale commonly called *Kahani thirb Hindi mein*, which has frequently appeared in Indian school-books such as *Gupakal*.⁴⁵ Its value consists in its style, though pure and

⁴¹ J. J. Thompson: *A Dictionary in Hindi and English*. Calcutta 1846.

⁴² John Shakespeare: *A Dictionary, Hindostani and English*, London. 1813, 1818 and 1826.

⁴³ *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta). Nr. i (1852), pp. 1, 2. But he could not place such a list of desiderata and its reason is unknown.

⁴⁴ *Journal*, ... op. cit., 1855, pp.

⁴⁵ Ram Baba Sakseena writes: "It [*Kahani*] extends to about fifty pages and frequently appeared in the series of Indian texts published in Fort William College at Calcutta". (*A History of Urdu Literature*, op. cit., p. 96).

In one of his *ghazals*, Inshā' uses this word as *radif*.

Elliot, Sprenger mentioned his name. The concerned passage is as follows:

"In two or three days I shall do myself the honour of submitting my Report and in these months I hope to have completed the catalogue of the Topkhane and of the Farahbakhsh libraries and if permitted today here, with the beginning of the hot season I shall be able to devote myself to completing my detailed catalogue of the Moty Mahall. Having failed in my scheme of going to Baghdad I am again trying to effort an exchange with the Principal of the Lucknow Martinière (in case I should not be permitted to remain in data quo) for that appointment though very bad in itself would enable me to finish the catalogue you have originated the idea of making a catalogue, you have given me the opportunity to begin the work and you have guided me in the work. It is therefore a duty towards to you that I should exert myself to finish an undertaking of which all the credit will be due to you and of which I shall be responsible only for the faults of Mr. Clint, the Principal of the Martinière would be delighted to exchange but Mr. Morrison (?) seems to be unwitting to sanction it."

As desired by Sprenger, L. Clint edited and translated into English Inshā's *Kabawī* and its first part was published with this brief note:

"The tale submitted to the Society [Asiatic Society of Bengal] was placed in my hands by Dr. Sprenger for publication and translation, in consequence of his not being able from want of time to perform the task himself."

This tale is a specimen of a class of compositions frequent in the East, not unknown in Ancient Greece, and characteristic, I believe, of every literature, when the period of its decline has arrived. The common feature in which I allude is that of writing under needlessly imposed and difficult conditions, such as the omission (throughout of some letter, or a construction in which sense would be preserved if the order of

peculiarity of style; though pure and elegant Urdu and fully intelligible even to the Musalmans of the Court of Dehlee or Lucknow, it does not contain one Persian word, whereas the language usually spoken by fashionable persons in these two cities is almost purely Persian. In Lucknow in particular the Hindee words are very sparingly used. This is much to be regretted, because the people of the villages and even the Hindus in the city who are neither directly or indirectly connected with the court speak pure Hindee and even the educated hear in their *zandmahs* and in their childhood a language containing a great admixture of Hindee words. The Persian Urdu which they write is therefore even to them foreign and artificial and conveys no force. Another mischief is that by removing the written language wider and wider from the idiom of the people they preclude the millions from obtaining information, and prepare the ruin of the literature which of late years they have been cultivating. In the British territory (particularly at Agra, Dehlee and Benares) this abuse is not carried so far and many learned natives are of opinion that the Hindee element ought to be developed in Urdu in preference to the Persian. This no doubt is the right view, it being the only way of making literature popular and it is in order to further it that to publish this literary curiosity. The Asiatic Society [of Bengal] is perhaps to be blamed for not paying more attention to the vernacular languages of India than it has done of late years; and to those who blame us for this neglect this very elegant composition will not be unwelcome."

After leaving Lucknow, Sprenger went back to Delhi and then transferred to Calcutta as the Principal of Calcutta Madrasah and the Secretary of the Asiatic Society of Bengal. These new responsibilities did not allow him to complete his intended project of editing and translating his newly-discovered manuscript of Inshā's *Kahānī*. Before becoming aware that he could not be able to fulfil his intentions, he handed over this project to the Principal of La Martinère College, Lucknow, L. Clint, whose biographical information is not extant. In one of his unpublished letters (Lucknow 31 January 1849) to H. M.

"died about twenty years ago."³⁵ Inshā's *divān* (*rekʿat*) was in his personal collection, now housed in the State Library of Berlin,³⁶ and included him in his *taẓkirah*.³⁷ He took keen interest in Inshā's linguistic innovations, particularly his usage of words, idioms and phrases of Indian origin. He vehemently admired all his services, rendered for promoting indigenous elements in Urdu language and literature. For this reason, his most appreciative remarks about Inshā's *Kabāni* explicitly indicate his own views about the further development of Urdu. As a distinguished oriental scholar, educationist and an influential member of the intellectual élite, Sprenger favoured Inshā's efforts to popularise the Indian element rather than extensive borrowings from the foreign languages like Arabic, Persian and Turkish. Though, it is considered Inshā's own experiment, mostly based on his linguistic capabilities, but Sprenger's introductory remark to *Kabāni*, which has been completely ignored by our critics and researches, clearly shows that Inshā' was following the policy of the government in this regard. In this perspective, Sprenger became so much excited to see *Kabāni* that he soon prepared its copy and intended to edit and translate it, but failed to do so because of personal reasons.

Sprenger's brief introduction to *Kabāni*'s English translation (1852) is the following:

"The Biography of this poet [Inshā] is in Garcin de Tassy's *Histoire de la littérature Hindoustanie*.³⁸ He flourished in the beginning of this century at Lucknow. Beside this tale, a *masnawī*, and some minor compositions, he left a *ghazal*, which is in our library,³⁹ and he is the author of a great portion of the *Daryā-e Latāfat*,⁴⁰ which has lately been printed at Murshidabad.

"I found a copy of this Tale in the Moty Mahall library at Lucknow and had it transcribed. Its value consists in a

³⁵ Cf. *Catalogue* 1: 240, referred Shauft's *Galibani Bekhar*.

³⁶ Nr. Bibl. Sprenger 1686. Inscribed by Qādir 'Alī Khan, dated 1259/1843. (see Mujaḥud Husain Zaidi: *Urdu Handshyfte*. Wiesbaden 1973, p. 53, no. 44/II.

³⁷ *Catalogue*, op. cit., p. 240.

³⁸ Sprenger refers the first edition, which appeared from Paris in 1839 (vol. I). It was in his personal library, see *Orientalia. Katalog der Bibliothek aus dem Nachlass des Herrn Prof. Dr. Alois Sprenger*. 1896, p. 33, Nr. 631; see also note 4, above.

³⁹ Now available in Staatsbibliothek (Berlin). See no. 36, above.

⁴⁰ *Oron of Elegance*, co-authored by Mirza M. Hasan Qaul; see note 5 above.

Government appointing him as Extra-Assistant Resident at Lucknow, as a temporary measure, for the purpose of cataloguing the extensive collection of works in Arabic and Persian literature in the king of Oudh's libraries.³⁰ Sir H. M. Elliot (1808—1853), a reputed historian and the Chief Secretary to the Governor-General, played a vital role in assigning this mammoth project to Sprenger, as he impressed the Court of Directors the desirability of rescuing from oblivion many very valuable and rare works contained in these libraries.³¹

Sprenger stayed in Lucknow from 3rd March 1848 to 1st January 1850, and listed about ten thousand mss. and rare books within one and a half year. With an excellent cooperation of 'Ali Akbar of Pānīpat (d. 1852), an old student of Delhi College³² and few other *mansab*. He intended to publish this catalogue in eight big volumes but only the first volume came out and the remaining volumes sank into oblivion. According to him "If the whole catalogue is completed, it will be an infinitely fuller and more correct bibliographical work of reference than Hājī Khalyfah's *Bibliographical Dictionary*.³³

As an eminent orientalist, Alois Sprenger knew Arabic and Persian very well and coming to India (1843) he learnt Urdu and he could easily speak, read and write in this language. Some of his studies are evident to show his scholarly and vast knowledge of its origin, development and contemporary significance as a *lingua franca* of Indian subcontinent.³⁴

During his stay in Lucknow, Sprenger's interest in Urdu literature developed and Inshā' was one of his favourite poets who

³⁰ Sprenger's *Catalogue*, op. cit., i (1854), preface.

³¹ Cf. *Beard's Collection*, 116106-116102 (1848-49), vol. 2271. Library No. F/4/2271. Document No. 116. 117. Indian Department Collection. Employment of Dr Sprenger in the Examination of Kings' Libraries at Lucknow "

³² See my book *Quadron Delhi College* Lahore 2013.

³³ *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta), vol. 22 (1853), p. 540

³⁴ See his article "Early Hindustani Poetry" (in: *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta), vol. 22 (1853), pp. 442-444) in which he responded to Garcin de Tassy and N. Bland's studies on the subject and informed for the first time about the 'Hindustani' *divan* of Mas'ūd Sa'd Salmān of Lahore, see also the section of his *Catalogue* (I, 1854) under the title "Works of Hindustani Poets" (pp. 595-645) and a complete *taqdrir* of Urdu poets (pp. 195-306), also available in Urdu translation entitled *Yakhsar Shu'ara'*, by Tufail Ahmad, Lucknow 1985 (Allahabad, 1932).

Sprenger, the cataloguer, as such: 28 pages of Persian poetry (15 verses per page), 100 pages of 'Hindustani' poetry, *shir-o birinj* (milk and rice) comprises 50 pages, 40 pages of 'Hindustani' *ghazals*, 8 pages of *rubā'ī*, 42 pages of *qasidas* in praise of Imāms, 14 pages of *ghazals* without diacritical points, a certain number of *ghazals* and *masnawis*. One of them is *Sifr-i Halāl* (permitted magic) that is to say eloquence. Some of its poems are in the dialect of *lanum* [rekha] and the other in the mystical dialect of *fagirs*.²⁶

Garcin de Tassy also informs that in the same library, there was another Urdu *masnawī* of Inshā' entitled *Margb-nāma* (Book of the Cock). It contains 50 pages and was written in 1220/1805-06.²⁷

In his *Catalogue*, A. Sprenger devoted only 50 pages to the "Works of Hindustani Poets"²⁸ where he did not mention any other Inshā's book except his *Kulliyāt*, but in his second report, submitted to H. M. Elliot (dated 1st October 1848), he referred, though briefly, his other two prose works, e.g., *Silk-i Gauhar* and *Kabāni* in these words:

"The tales of Inshā' Allāh Khān, some of which consist of words without diacritical points, and one of them, though in the language of Delhi, consists all of Hindie words with the exclusives of Arabic and Persian words."²⁹

As stated earlier that the manuscript of *Kabāni*, housed in Moti Mahal, was probably the same which Inshā' read himself and copied by the son of Nawwāb Sa'īdat 'Alī Khān. Later on, it was discovered by Alois Sprenger along with some other works of Inshā'.

On 19th March 1845, Sprenger was appointed as the Principal of Delhi College, but after about two and a half years, on the 6th December, 1847, he was transferred with the orders of the

²⁶ *Hikayat*, op. cit., II: 35-36

²⁷ *Ibid.*, p. 28; see also Sprenger's *Catalogue*, op. cit., I: 614-615, where the compiler mentions its date of composition 1210/1795; *Report of the Ramarber*, op. cit., p. 55, see also note 10, above; Strangely enough, in the printed *Kulliyat* of Inshā', this *masnawī* comprises only three pages (Lucknow ed., 1878, pp. 446-448) or four pages (Allahabad ed., 1952, pp. 344-347) instead of 50 pages as mentioned by Garcin de Tassy.

²⁸ Vol. I (1854), pp. 595-645.

²⁹ Cf. *Report of the Ramarber*, op. cit., 1896, p. 6; see also my book *Shikhs-e Awwal kay Katabkhaneh*, Karachi 1973, p. 54

al-Ākhir 1223/1st August 1808 in these words:

"Husain 'Ali Khan, the son of Nawwāb Sa'ādat 'Ali Khan called me to his royal court and said: the tale which you have composed without the admixture of any Persian, Arabic and Purbi word, I have completely copied with my own hands."²²

From this passage, one can easily determine the exact date of *Kahānī*'s first recitation and the preparation of its first manuscript (in 1808) which afterwards would have been preserved in one of the royal libraries of the kings of Oudh—Moti Mahāl. In spite of having two other libraries – Topkhāna and Farāḥ Bakhsh—"the valuable literary works upwards of three thousand volumes are preserved in a garden house of the Mōty Mahall Palace..."²³

In his very early age, Inshā' came to Lucknow and then to Faizabād. From his childhood he spent most of his time in Lucknow where he served Nawwāb Almas 'Ali Khan (1788—89) and then he was appointed in the entourage of Mirza Sulaimān Shukoh (1790—91). His most eventful part of life was in the court of Sa'ādat 'Ali Khan (about 1800—1801). After his expulsion from the court, he stayed here upto his demise in 1818.

As a leading and versatile poet of his time and his close relations with the influential members of the royal family of Oudh, the manuscript of his *Kalliyāt* and other writings were nicely transcribed and housed particularly in the Moti Mahāl. As reported by A. Sprenger "The number of Urdu books in the Mōty Mahall is small, but almost all the copies are splendid."²⁴

In this meagre collection of "splendid" Urdu manuscripts of Moti Mahāl (three thousands), some of Inshā's important writings were also included. One was his *Kalliyāt* (containing Urdu and Persian poetry).²⁵ Garcin de Tassy detailed its contents, as supplied by Alois

²² See note 7, *supra*.

²³ *Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustani mss. in the libraries of the king of Oudh*. Ed. by A. Sprenger. Vol. I, Calcutta 1854, Preface, p. iv.

²⁴ Cf. *Report of the Researches into the Muhammadan Libraries of Lucknow*. By A. Sprenger. Calcutta 1896, p. 11.

In Moti Mahāl, there was a minaret shaped like a pead which was afterwards demolished. It was situated close to Qasr Bagh, almost on the bank of river Gomti.

²⁵ Sprenger's *Catalogue*, *op. cit.*, i: 614-615. He also informs that another ms. of this *Kalliyāt* was in the possession of Mawlvi Muhammad Wajih.

to spend their whole life together, but Rājā Jagat Prasād refuses to give his daughter, Keytaki, in marriage to Uday Bhān, the hero, because he thinks the latter's father to be a mere upstart. They went out to fight but unable to face a fierce attack on his capital by the hero's father, Jagat Prakās seeks the assistance of a hermit, Gura Mahandar Gur, gifted with supernatural powers, and the invading king (Rājā Sūraj Bhān), together with his queen (Rānī Lachchmī Bās) and his son (Uday Bhān), are changed into deer. Later on, when the king realized that his daughter is desperately in love with Uday Bhān, he has the prince and the parents restored to human shape. Finally, with the help of Rājā Indra, Uday Bhān ascended the throne and the lovers are married with splendid magnificence."

One of Inshā's contemporary biographers informs that "he had a quiverful of droll and amusing stories, and would at times invent them on the spur of the moment."²⁰ He displayed this natural instinct in the whole format of this *Kabani*. It is absolutely original and the result of his innovative thinking. He did not borrow anything from any indigenous or foreign source. Its all characters, both male and female, their psychological behaviour, locale, creative atmosphere and poetic scenario are of his own. Above all, its style is inimitable and in spite of certain limitations the narrative is neither dry nor artificial. In reality, Inshā was a poet of masses and he took keen interest in everything which was related to common folk. Undoubtedly, this book is an experiment, aimed at showing the capacity of narrating a story without using any Arabic, Persian and Turkish word, interspersed with all supernatural elements of Hindu mythology.²¹

In which circumstances, Inshā's *Kabani* was composed and transcribed? Where its original manuscript was preserved? How it came into light and who discovered? All these pertinent questions will be discussed below.

In his 'Turkish diary, Inshā' describes an event (dated 8 Jamādī

²⁰ *Makhsuz al-Gharab*. By Sh. Ahmad 'Ab Khan Hishmī Sandilavī. Op. cit., Vol. I, Lahore, pp. 285-289.

²¹ About this *Kabani*, divergent and conflicting views have been expressed, such as, a long brief short story (Ābid Peshāwan), a middle stage between *distan* and short story (ibid), very close to the novel (Ahqan Fīrūq *Urdu Novel ke Tanqidi Tarikāh*, 2nd ed. 1962, p. 3), an ordinary story which became popular by its unique style (Jamī Jalīb: *Tarikāh-e Adab-e Urdu*, vol. III, Lahore 2008, pp. 158-165).

is said that his substantial contribution was far ahead of his times. He was equally at home in Arabic, Persian, Turkish, Hindi, Bengali, Punjabi, Kashmiri, Pushto and Purbi.¹⁴ He knew the basic grammatical structure and the linguistic intricacies of all these languages and very often used their vocabulary in his Urdu verses.¹⁵ Apart from his poetic collection, he wrote two prose works in Urdu namely *Sik-i Gaubar*¹⁶ and *Kahānī*... Both displayed his innovative mind and he experimented to write the first one without using any word with diacritical points and the second without picking any word of Arabic, Persian and Turkish origin.

Historians of Urdu literature and well-known researchers of Inshā' have given different dates of composition of *Kahānī*, e.g., near 1788, between 1798 and 1804, 1803, 1808 or afterwards. His virtuosity and fascination with language led him to compose this prose work. Primarily, this is a romantic tale with love, war and magic as its theme. Its remarkable feature is its style and the author – ever a virtuoso – has used no Arabic, Persian and Turkish word in the story (an exercise comparable to writing English with only Anglo-Saxon roots).¹⁷ Because of his expertise over Urdu language and its expression, linguistic capabilities and his functional knowledge of other Indian languages helped him not to give an artificial air to the narrative.¹⁸ Simultaneously, it is also equally free from the Sanskritisms of Pandits. The idioms including the order of the words is distinctly that of Urdu not of Hindi.¹⁹ Inshā's style is forthright and direct, and his Hindi words impart a delightfully archaic flavour to the narrative.

In brief, the story of *Kahānī* runs thus:

"Uday Bhān, a sixteen years old son of Rājā Sūraj Bhān, goes with his friends in a jungle for hunting. There, he saw Rānī Keytakī and at the first sight both fell in love with each other. They firmly promised

¹⁴ *EP*, no. 1244, op. cit.

¹⁵ Preface to *Kahānī Rānī Keytakī*, by Sayyid Qudrāt Naqvi, pp. 26-27, see below.

¹⁶ See note 6, *supra*.

¹⁷ *Urdu Literature*, by D. J. Mathews, op. cit., p. 63.

¹⁸ M. Shādiq: *History of Urdu Literature*. 2nd ed., (Karachi 1985), p. 179 (London, 1964).

¹⁹ Ram Babu Sakseena: *A History of Urdu Literature*. Lahore 1996 (Allahabad 1927), p. 96.

insipid and colourless.⁶

iii) A fragment of his diary in Turkish language, covering the period from 12 July 1808 to 18 August 1808. It contains some very interesting and useful information not found elsewhere.⁷

iv) *Lafz'if as-Sa'adat*, a collection of jokes from the court of Nawwāb Sa'adat 'Alī Khan of Lucknow, compiled by Inshā'.⁸

v) *Maṭar al-Marām fi Sharḥ Qaṣida Tūr al-Kalām*.⁹

vi) *Murgh Nāma* (Book of the Cock), a *masnawī* which contains 50 pages and written in 1220/1805-1806.¹⁰

vii) *Shir wa Baranj* (Milk and Rice), an excellent *masnawī*.¹¹

viii) *Sifr-i Halāl* (Permitted Magic), that is to say eloquence, a *masnawī*.¹²

ix) A *masnawī* in response to Bahā al-Dīn Āmulī's *Nās-o-Halwa* (Bread and Sweetmeat).¹³

x) Kahāni Rāni Keytaki awr Ude Bhān kee (Hereafter *Kabīnī*)

(A Tale by Inshā' Allīh Khan)

Inshā' was not only a poet but also got a knack of learning the origin, development and structural basis of the different languages, mostly understood or spoken among other in the Subcontinent. No doubt, he pioneered in the field of Urdu grammar and linguistics and it

⁶ Ed. by Imāz 'Alī 'Arshī, Rampur 1948; reproduced in *Inshā' ke do kabīnīyan*, ed. by Intizār Husain, Lahore 2008 (1971), pp. 83-110. 'Ābād Peshāwar: *Inshā'*... op. cit., pp. 513-546.

⁷ Its unique ms. is housed in the State Library, Rampur. Cf. Imāz 'Alī 'Arshī. "Inshā' ke do nādir kuthbān—*Sifr-i Gāhar aur Raṣṣamā... Turkī*"; Edited and translated in *Niya Durr* (Lucknow) April 1960; ed. and tr. by Dr. Sayyid Na'im ad-Dīn, New Delhi. Bureau of Urdu Development, 1980, under the title *Inshā' ke Turki Raṣṣamā; 'Ābād Peshāwar: Inshā'*... op. cit., pp. 655-675.

⁸ Edited by Āmans Khānīn with explanatory notes and annotations, Mysore 1955. (incomplete ms., preserved in the British Library, India Office and Oriental (London); 'Ābād Peshāwar: *Inshā'* op. cit., pp. 635-654.

⁹ Mukhtār al-Dīn Āḥmad: "Sayyid Inshā' ke aik nādir Tasrif", in: *Amaghbar-e Ma'āḥ*. Ed. by Dr. Gopi Chand Narang, vol. i, New Delhi 1971 (based on a ms., preserved in Manchester).

¹⁰ *Kulliyat-e Inshā'* (1876), pp. 446-448; Garcin de Tassy: *Histoire*, op. cit., *Kabīnī-i Inshā'* (1952), pp. 344-347; II, p. 38; "Murgh Nāma" by Shyām Lal Sundar, in: *Nawā' Adab* (Bombay), vol. 26, no. 2 (April 1967), pp. 17-52.

¹¹ Garcin de Tassy: *Histoire*, op. cit., a, p. 33.

¹² *Ibid.*, p. 38.

¹³ *Ibid.*, p. 33.

is always characterized by magnificence, humour and versatility. His chief collection (*Kalīdyāt*) which comprises his Urdu, *rekhti* (a language of females) and Persian *diwān*, the *gayidar* (odes) and five or six *maṣnawī*, contains between 8000 and 9000 lines—was marked chiefly by virtuosity. He indulged in verbal gymnastics and most intractable rhymes.⁴

Inshā's virtuosity and fascination with language led him to compose prose works which comprise:

i) *Daryā-i Latāfat* ('The Sea of Delicacy'), was written in Persian and constitutes the first attempt to formulate the grammar of Urdu. It was composed at the instance of Yamin al-Dawla in 1222/1807 in collaboration with Mirzā Hasan Qatl, an eminent Persian poet who contributed the chapters on logic, prosody and rhetoric. It shows the author's wide range of study and his grasp of Urdu linguistics and morphology. The rules and terminology Inshā suggested are still employed by traditional grammarians, but by far the most interesting parts of the book are those in which he discusses the various accents and dialects of his day.⁵

ii) *Silk-i Gauhar*, a love story in Urdu prose, without any dotted letter, in clear imitation of the *Sawāḥir al-Libās* and *Mawārid al-Kāf* of Faizi, but much inferior, both in diction and phraseology. The story is

⁴ *Kalīdyāt-e Inshā*, Delhi: Dabih Urdu Akhbār 1271/1855 (under the supervision of Muḥammad Ḥusain [Āzād]; *Kalīdyāt-e Inshā*, Lucknow 1312/1876 (pp. 450); *Kalīdyāt-e Inshā*, Ed. by Khālī ar-Rahman Da'ūdī, vol. i (*Ghazalīdyāt*) Lahore 1961; for the detail of seven editions, see Muḥṣiq Khwājāh, op. cit., pp. 347-348; a ms. of Inshā's *diwān* (selection) was in the library of Imperial Palace (Delhi) as reported by Garcin de Tassy in his *Histoire de la littérature Hindoue et Hindoustanie*, 2^d ed., vol. II, New York 1968 (Paris 1870), p. 34 (hereafter *History*); *Diwān-e Inshā*, Raigra. Ed. Nizāmī Badī'ūn. Badī'ūn 1924 (also includes *Diwān-e Rekht*); two mss. of Inshā's *Kalīdyāt* are housed in the library of National Museum (Karachi), for detail see Muḥṣiq Khwājāh, op. cit., pp. 334-352.

⁵ Murshidābād. Maṭba' 'Ālamtib, 1848, pp. 476 (also available in the personal library of A. Sprenger, cf. *A Catalogue of the Bibliotheca Orientalis Sprengiana* Göttingen 1857, p. 91, nr. 1672); ed. by Mirzawāl 'Abdul Haq, Awrangshāh 1916 (pp. 138), 1935, Karachi 1988; Urdu translation by Brijmohan Dasriya Kaifi, Delhi 1935; also translated by 'Abdur Raṣīf 'Awī, Karachi 1962; 'Ābid Peshāwārī *Inshā*... op. cit., pp. 547-634; ms. (dated 1240 A. H.) preserved in the library of Urdu Department, Jammu University, see 'Ābid Peshāwārī: *Mata'aliqat*, op. cit.

the ruler in his less serious moments. At this stage of his career, his poetry became decidedly odd, even by Lucknow standards.

Finally, Inshā' fell from grace when he made a crude joke at the expense of the King and after a brilliant career ended his life in obscurity (1817).

Inshā's sharp and sometimes caustic wit made him more enemies than friends. By his superior talent he outshone his rival Mushāfi, himself a great poet, upon whom he heaped insults and disgraces. He did not spare even wayfarers and strangers whom he freely ridiculed. He had several literary bouts with his contemporaries, which generally degenerated into obscene satires and lampoons. Learning towards the unconventional, his verse is both amusing and burlesque, constituting a landmark in the development of Urdu poetry.³

Inshā' was a very prolific writer and achieved fame for his novelty and brilliance as demanded by the Lucknow court. His writing

³ All this information is based on Gishame Baley: *A History of Urdu Literature* Lahore 1977 (1932), pp. 54-55, D. J. Mathews, C. Shackie and Shahrulh Husain: *Urdu Literature*, London 1985, pp. 60-63 and *Encyclopedia of Islam*, vol. iii, Leiden: Brill, 1971, pp. 1244-1245 art. by A. S. Bazmee Ansari, and the authorities cited there. (=EP); T. W. Beale: *Oriental Biographical Dictionary*, rev. and enlarged ed. New York 1965, p. 179 (London 1894).

For Inshā's life and works, see EP, op. cit., where 36 references are cited, Mushāfi Khwāja *Jāyza Makhṣuṣ-i Urdu*, vol. 2, Lahore 1979 (where 76 references are cited), for further material see 'Abdul 'Alī Hayat-i Insha', Lahore: Pusa Akhbār, 1902; Sh. Ahmad 'Alī Barīla: *Hayat-i Insha*, Peshawar 1907; 'Abdul Bari As Lucknow: "Inshā' ke kuchch nay Hālāt aur ghayr magbū's kalām", in *Urdu* (October 1945, pp. 347 ff); Farhat Allah Baig: *Insha*, Delhi 1943, Dr. Amuna Khānūn: *Taqwī Maqāsim*, Bangalore: Kaveri Press, 1949 (critical review on Inshā', especially on his *Darg-i Latāfat*) Delhi 1943; Mirza Muhammad 'Askan and Muhammad Rafi (eds): *Kalām-i Insha*, Allahabad, 1952; Dr. Zafar Iqbal: "Inshā' ke Filān", in: *Aykal* (Delhi), August 1977; M. Habib Khan: *Inshā' Allāh Khan Insha*, New Delhi: Sahitya Akademi, 1998 (1989); 'Abd Peshawarī (Shaykh Lāl Kāpā): *Inshā' Allāh Khan Insha*, Lucknow: Uttar Pradesh Academy, 1985. idem. *Mata'atkalat Insha*, Lucknow: Naqat Publishers, 1985; Dr. Sayyid Taqī: 'Abd-i Inshā' Allāh Khan Insha', *Huqūq, Shakhṣiyat aur Fan*, Lahore: Al-Qamar, 2003; M. Tabassum Kashmiri: *Tārikh-i Adab-i Urdu: From the beginning upto 1857*, Lahore 2003, pp. 442-455; 'Abd Peshawarī's article on Inshā's parents, in: *Majlisat Taqwī* (Lahore), vol. 4, no. 4 (1980), pp. 1-21; ibid., "Rām Kaytak ki Kahānī", in: *Nigā Daw* (Lucknow), June 1995, pp. 4-11; a recent book (in Urdu) on Inshā's art and personality by Navid Ahmad (Calcutta University).

without the help of a teacher.² He had also tried to compose Arabic and Persian verses. Polished, cultured and witty, he soon made an ideal boon companion to the ruler of Oudh.

On the death of Shujā' al-Dawla, he accompanied his father to the royal court of blind emperor, Shāh 'Ālam II. His talent for writing, combined with his fondness for sarcasm and frivolity, made him notorious in the Red Fort and unpopular among the venerable poetasters who flocked around the emperor. He was once molested and given a beating by a hired gang of thugs after publicly ridiculing one of the court poets, who had unwittingly made a mistake in the scansion of his poem. Inshā' realized that his talents would not be appreciated in Delhi and decided to join the exodus to Lucknow.

Inshā' arrived in Lucknow in 1791 and was cordially received by Nawwāb Sulaiman Shikoh (d. 1837) to whom his wit and good humour appealed. He joined the retinue of this Nawwāb, the third son of the Mughal emperor Shāh 'Ālam II, as a court poet. His first clash came with the Nawwāb's teacher, Muṣṭafī, who found himself quite unable to compete with Inshā' in the famous literary contests which took place in the Nawwāb's salon.

Inshā' threw himself whole heartedly into the spirit of Lucknow, and a change can be detected in his verse. The quiet wistfulness of his earlier poetry, which often lent itself to mystic expression, gave way to the celebration of the rose-garden and the nightingale, the joy of love and wine and the praise of the beloved whose face outshone the moon, conventional topics which appealed to the people of Lucknow, especially when treated with the ingenuity and sparkle of a poet like Inshā'.

Sometime later 'Allāma Tafazzul Husain Khan, a Shī'ī nobleman and patron of art and literature, introduced Inshā' to Nawwāb Sa'īdat 'Alī Khan, the ruler of Lucknow. Soon they became bosom friends. But his inveterate habit of joking was the cause of his undoing. In 1810 he ceased to be *persona grata* at court, indeed he was turned out of Lucknow, though afterwards permitted to return; and he spent the rest of his life in self-confinement.

This period of Inshā's life shows a marked decline in his work. He seems to have been kept at the court for the personal distraction of

² See Ahmad 'Alī Sindhalvi: *Taqṭirāt Makṭūbāt al-Gharrīb*. Ed. Dr. Muhammad Bāqir. Vol. I, Lahore 1968, pp. 285 ff.

PROLOGUE

The decline of Mughal's regime in India was speedily going ahead that ultimately caused the weakness and inability to maintain the centrality of rulership and disintegrating process of her vast empire. In these transitional political circumstances, the literary activities reached their peak and many newly-emerged independent Muslim states extended their hand of co-operation in accelerating such cultural activities and patronized many talented persons in the domain of art and literature. In this golden period of Urdu language and literature, the poet and prose-writer Mir Inshā' Allāh Khan, poetical surnamed Inshā', (afterwards only Inshā'), appeared on the scene of Urdu literature and earned the fame as one of the leading poets and literati of the period.

Inshā' (Murshidabād 1166/1753–Lucknow, 1232/1817)¹ was an eminent Urdu poet and one of the remarkable figures in Urdu literature. His ancestors migrated from Irāq and settled in Murshidabād, a town in West Bengal. His father, Māshā' Allāh Khan "Maqdar" al-Ja'fari Najafi, was a physician and one of the courtiers of the last Muslim ruler of Bengal, Nawwāb Sirāj al-Dawla.

Inshā' received his early education in different sciences including grammar and syntax, logic and philosophy at home, and in his youth left for Lucknow in search of a post; he joined the court of Nawwāb Shujā' al-Dawla; who had already settled a *jagir* on his father. He appears to have started composing poetry at a very early age, as he had composed his Urdu *divan* when he was still a boy, "in a new style and

¹ For a detailed discussion about Insha's birth and death, see Mālik Rām's articles in *Quarterly Tājir* (Delhi), April 1973 and its revised version with additional material in author's collection of articles under the title *Tājiri Maqālim*, Delhi 1984, pp. 138-157.

Contents

	Page
Prologue	7
A Tale by Insha Allah Khan (Translated by L. Clint & S. Slater)	27
Urdu Text	۲۵-۳
Farhang (Glossary)	۶۱-۶۹

Dedicated

to

Intizar Husain

A renowned Urdu fiction-writer and a lover of such *dāstāns*.

A TALE BY INSHĀ' ALLAH KHAN

Translated by

L. Clint

S. Slater

Edited and annotated by

M. Ikram Chaghatai



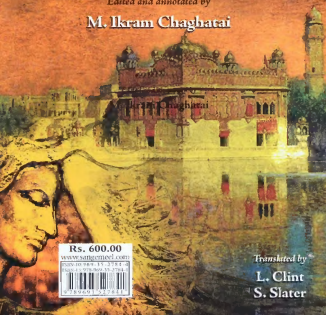
SANG-E-MEEL PUBLICATIONS

25, SHAHRAH-E-PAKISTAN (LOWER MALL) LAHORE.

A TALE BY INSHĀ' ALLAH KHAN

Edited and annotated by

M. Ikram Chaghatai



Rs. 600.00

www.sangemeel.com

ISBN 978-979-964-55-778-1

9 789645 557781

9 789645 557781

9 789645 557781

Translated by

L. Clint

S. Slater